

جلس ادارت

۱۔ علی گڑھ ۲۔ مولانا سید محمد رابع ندوی، لکھنؤ
۳۔ پروفیسر مختار الدین احمد، علی گڑھ
۴۔ ضیاء الدین اصلاحی (مرتب)

ارف کارز تعاون

سالانہ ۱۲۰ روپے فی شمارہ ۱۲ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے

ہوائی ڈاک پچیس پونڈ یا چالیس ڈالر
بحری ڈاک نو پونڈ یا چودہ ڈالر
حافظ محمد یحییٰ، شیرستان بلڈنگ
بالتقابل ایس ایم کالج اسٹریٹ روڈ، کراچی۔

ڈریا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں۔ بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY

پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے، اگر کسی مہینہ کی ۱۵ تاریخ تک رسالہ نہ
تیسرے ہفتہ کے اندر دفتر میں ضرور پہنچ جانی چاہئے، اس کے بعد

نہ وقت رسالہ کے لفافے پر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔

وگا۔ رقم پیشگی آنی چاہئے۔

لدین اصلاحی نے معارف پریس میں چھپوا کر دارالمصنفین شبلی اکیڈمی
اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

جلد ۱۷۱ ماہ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ مطابق ماہ فروری ۲۰۰۳ء عدد ۲

فہرست مضامین

شذرات ضیاء الدین اصلاحی ۸۲-۸۳

مقالات

- ۱۔ حضرت ام ایمنؓ۔ رسول اکرمؐ کی افا پروفیسر ڈاکٹر محمد نسیم مظہر صدیقی صاحب ۸۵-۱۰۰
۲۔ تقویم اسلامی کا آغاز جناب حافظ سید عزیز الرحمن صاحب ۱۰۱-۱۱۸
۳۔ ابان لائق اور اس کی شاعری مترجمہ: ضیاء الرحمن اصلاحی ۱۱۹-۱۳۰
۴۔ پندنامہ عطار۔ احادیث کی تلمیحات ڈاکٹر حافظ منیر احمد خاں ۱۳۱-۱۵۵
۵۔ مطبوعات جدیدہ ع۔ ص ۱۵۶-۱۶۰

دارالمصنفین کی عربی کتابیں

- ۱۔ الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی: علامہ شبلی نعمانی قیمت ۴۰ روپے۔
۲۔ الرسالة المحمدیہ (ترجمہ خطبات مدراس)۔ مولانا سید سلیمان ندوی
ترجمہ مولانا محمد ناظم ندوی: قیمت ۵۰ روپے۔
۳۔ الاسلام والمستشرقون: ادارہ: قیمت ۳۰ روپے۔
۴۔ دروس الادب حصہ اول: مولانا سید سلیمان ندوی رقم قیمت ۱۰ روپے۔
۵۔ دروس الادب حصہ دوم: مولانا سید سلیمان ندوی رقم قیمت ۲۰ روپے۔

شذرات

اردو زبان کی ابتدائی تعلیم کا سلسلہ بہ تدریج کم ہوتا جاتا رہا ہے، شمالی
 پنجاب پر اس کی پڑھائی تقریباً بند ہو گئی ہے، صرف یونیورسٹیوں اور مسلم
 طرح اردو کے شعبے باقی ہیں، جن میں نظم و نثر کا مقررہ نصاب
 شگ ہو جائے تو شاخوں پر چھڑکاؤ سے درخت سرسبز و شاداب نہیں رہ
 لکرمیاں صرف شعر و شاعری، ادب و تنقید نگاری اور افسانہ و ناول نویسی
 ان کو بھلانے اور پھسلانے کے لئے اکثر ریاستوں میں اردو اکیڈمیاں
 ان کے فوائد سے انکار نہیں مگر لوگوں کو انعامات، مہمیں، عہدوں کے
 نہیں اور ملک کے سیاسی بحران، اخلاقی پستی اور حکمرانوں کی ہوس
 میوں کو موت کے دہانے پر پہنچا دیا ہے اور بعض نے تو دم بھی توڑ دیا
 بہت اسکول کے اساتذہ اور اکیڈمی سے مستقل ملازمین کی تنخواہیں نہ
 رادیوں کے انعام اور مسودوں کی طباعت کے لئے مالی امداد دے کیا
 پروگرام اور سمینار کیسے کریں گی، ریڈیو اور ٹیلی ویژنوں پر نشر ہونے
 تے جاتے رہے ہیں، کئی ریاستوں میں دوسری سرکاری زبان ہونے
 اردو ٹیچروں اور مترجموں کا تقرر رک گیا ہے اور جو پہلے سے ہیں ان
 ہیں، کانگریس اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کا وعدہ کر کے دہلی
 دونا بھی نہیں ہوا اور الکشن کا وقت آ گیا۔

آتی ہے، عرض یہ کرنا تھا کہ اردو کی ابتدائی تعلیم اور اردو کا ذریعہ تعلیم
 باقی رہ گیا ہے، لیکن مدارس کا اصل مقصد دینی علوم اور عربی زبان کی
 یوں کا اردو کورس اور کاسیکل ادبی و تنقیدی کتابیں پڑھانے کی گنجائش
 و کتنا اوجی کی تعلیم تو مادی زبان میں دلانا ان کے لیے بھی لا بد ہے، مگر

عام طور پر اس کی مخالفت کی جا رہی ہے، انگریزی، ہندی اور کمپیوٹر کی طرح جدید علوم سے بھی ان کا
 تو حس دور ہو کر رہے گا مگر اس وقت جب زمانہ قیامت کی چال چل چکا ہوگا، پہلی مرتبہ اردو میں نئے
 علوم پڑھانے کے لئے ریاست حیدرآباد میں جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل میں آیا تھا مگر آزاد ہندوستان کی
 کانگریسی حکومت نے باہری مسجد کی طرح غالباً غلامی کی یادگار سمجھ کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

انصاف صدی گزرنے کے بعد جب پھر وہیں حکومت نے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
 کے قیام کی منظوری دی تو اس کا خاکہ ان یونیورسٹیوں سے مختلف بنایا گیا جن میں اردو بہ حیثیت
 زبان پڑھائی جاتی ہے اور طے کیا کہ سائنس، طبیعیات، کیمیا، ریاضی، حیاتیات اور جدید علوم کو اردو
 میں پڑھایا جائے، مگر یہ کام نہایت مشکل تھا، کیوں کہ بچپن برس کے عرصے میں اردو بالکل مفلوج
 ہو چکی تھی، اس کا رواج ختم ہو گیا تھا، ابتدائی تعلیم موقوف ہو چکی تھی مگر وہ لوگ قابل مبارک باد ہیں
 جن کی نگاہ انتخاب یونیورسٹی کے سادہ خاکہ میں رنگ بھرنے کے لئے، اردو دنیا کے جانے بوجھے
 لوگوں سے بہت کراہیے بانی و ایس چانسلر پر پڑی جو سائنس داں اور علم الحیوانیات کا ماہر ہونے کے
 ساتھ ہی عزم و ارادہ کا پکا، انتظامی صلاحیت کا مالک اور اردو زبان کا مزاج شناس تھا، چنانچہ پروفیسر
 محمد شمیم جیراٹ پوری نے اپنی محنت و جہاں فشانی اور علمی و عملی قابلیت سے پانچ برس کی مقررہ مدت میں
 علم و ہنر کا ایک تازہ جہاں آباد کر دیا، یونیورسٹی کی پر شکوہ عمارت تعمیر کر دی، کئی مضامین کی تعلیم کا
 انتظام کر دیا، ہزاروں طلبہ نے امتحانات میں کامیاب ہو کر اعلا درجیاں حاصل کیں اور متعدد
 مضامین کا اردو نصاب تیار کر دیا وغیرہ، اب ان کی جانشینی کے لئے فریڈ فال پروفیسر سید عبدالوہاب
 کے نام نکلا ہے، امید ہے کہ یونیورسٹی کو صحیح سمت اور مزید ترقی و وسعت دے کر وہ بھی نیک نامی
 حاصل کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے اور اردو والے ان سے تعاون کریں۔

مسلمانوں کی بد قسمتی سے آج تک ان کا کوئی اپنا انگریزی روزنامہ نہیں نکل سکا، جناب
 سید حامد جیسے مخلص، فعال اور دردمند شخص تھک ہار کر بیٹھ گئے، ان کی میٹھا نفسی بھی اس مردہ اور بے
 حس و حرکت قوم میں زندگی کی روح نہ پھونک سکی، قوم و ملت کے مشہور کارکن اور جری و بے باک
 رہنما جناب سید شہاب الدین تقریباً بیس برس سے "مسلم انڈیا" نکال رہے تھے، یہ ہندوستانی
 مسلمانوں ہی نہیں عالم اسلام کے حالات و مسائل کا ایک دستاویزی مجلہ اور بے باک ترجمان تھا،

باخبر، قومی و ملی زندگی کے نشیب و فراز سے واقف مسلم قاری ہیں،
 معاہدے میں پیش پیش رہتے اور جرأت مندی سے اظہار خیال
 اذرا اعداد و شمار کی روشنی میں درست حقائق اور صحیح تجزیے پیش
 کرتے وہ اس مفید رسالے کو بند کرنے کے لئے مجبور ہوئے، صاحب
 نے مالی وسائل کی کمی سے ”مسلم انڈیا“ کا بند ہونا نہایت افسوس
 کا ہے اس کا ہے کہ مسلمانوں کا متحمل طبقہ فضول کاموں میں سبے
 ہے مگر صحیح مصرف، دنیا میں فیض بخش اور آخرت میں نفع دینے والے
 قی اسے نہیں ہوتی، مسلمانوں کی قومی و ملی غیرت کا تقاضا ہے کہ وہ
 اس سامان جلد از جلد کریں۔

میں نے ”بزم ادب“ کے نام سے ایک اچھا اور باوقار سالانہ مجلہ
 (۱) میں اس کا آخو اس شمارہ شائع ہوا ہے، اس کی ترتیب و ادارت
 قادم حرم ڈاکٹر خلیل الرحمان اعظمی کی بیگم راشدہ خلیل صاحبہ بڑے
 مہذبہ مضامین درج ہوتے ہیں پھر ادبی، معلوماتی، سائنسی اور
 تاریخی، کہانیاں اور افسانے ہوتے ہیں، آخر میں منظومات نظم و غزل
 نظم کی نئی نمبروں کا تعارف اور تاثراتی خطوط بھی یہ امر شائع کیے
 بہت یہ ہے کہ چند کے سوا سارے مضامین خواتین ہی کے ہوتے ہیں
 مجھے خاصے معلوماتی ہوتے ہیں، ادبی چاشنی کے ساتھ دینی و اخلاقی
 اور کاغذ سے نفاست اور خوش مذاقی ظاہر ہوتی ہے، رہنما خصوصیت
 کی کے لائق ہے، تیس روپے میں اردو باغ سرسید نگر۔ علی گڑھ۔ ۲

خبروں سے مشہور فاضل ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی مقیم پیرس کی
 مصنفین اور معارف کے عاشق و شیدا کی اور بڑے کرم فرماتے،
 اللہ ماری میں ان پر فصل مضمون شائع ہوگا۔

مقالات

حضرت ام ایمن۔ رسول اکرم ﷺ کی انا

پروفیسر ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی ☆

ہمارے حضور جناب محمد بن عبد اللہ ہاشمیؐ کی تاحیات خدمت کی سعادت حاصل کرنے والوں
 میں حضرت ام ایمنؓ کا نام نامی بھی شامل ہے، مصادر سیرت و تذکرہ میں کافی مواد ان کے بارے
 میں ملتا ہے، ابھی تک ان کی عظیم شخصیت، خاندان رسالت سے ان کے گہرے تعلق اور خدمت
 نبویؐ کے باب میں کوئی مستقل مقالہ نظر سے نہیں گذرا، اس میں سراسر کوتاہی نظر خاکسار
 راقم کی ہے، البتہ کتب سیرت میں رسول اکرمؐ کے بچپن کے حوالے سے ان کا جو تذکرہ ضمنی طور
 سے آجاتا ہے، وہ ان کی شخصیت عالی اور خدمات جلیلہ کا ذرا بھی حق ادا نہیں کرتا، لہذا یہ توفیق الہی
 ارزانی ہوئی کہ ان کے تذکرہ خیر سے اپنی بصیرت اور دوسروں کی سعادت کا سامان کیا جائے۔

سیرت نبویؐ کی نگارش کا المیہ یہ رہا ہے اور اس کا ذکر بار بار کرنا پڑتا ہے کہ ایک دو
 کتابوں سے مواد لے کر ایک نئی کتاب سیرت لکھ دی جاتی ہے اور وہ بھی پامال، فرسودہ اور غیر مستند
 طریقے سے، جدید دور میں مصادر کی دستیابی سے زیادہ تجزیہ و تحلیل کے طریق و منہاج کا ہر طرف
 دور دورہ اور شعور ہے، اگر نہیں ہے تو ہم زوایتی پیروان اسلام میں، حالانکہ اب سیرت طیبہ کی
 خدمت کا میدان وسیع تر و عظیم تر ہے، رسول اکرمؐ کی سوانح حیات اور کارناموں کا تقاضا ہے کہ
 ان کو تجزیہ و تحلیل کے طریقے سے پیش کیا جائے، حضرت ام ایمنؓ سیرت طیبہ کی سنہری زنجیر کی
 ایک خوبصورت، جمال آفریں، عقیدت فزا، محبت آرا اور عظیم کڑی ہیں، ان کے ذکر خیر اور تذکرہ
 جمیل سے سیرت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کا ایک نیا باب سامنے آئے گا۔

☆ ڈاکٹر شاہ ولی اللہ دہلوی، ریسرچ سیل ادارہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

یہ خدمت سعادت انہوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے انجام دی اور جب جب حضرت حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو ملانے لائیں، حضرت ام ایمن آپ کی دیکھ بھال کرتی کے گھر سے آنے کے بعد وہ آپ کی مستقل اتنا اور محبت و ساتھ ساتھ آپ کی دیکھ رکھ کرتی رہیں: ”وكانت تحضنه“ (ابن قتیبہ ۱۳۵) ان دونوں ثقہ راویوں اور اہل نظر میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ حضرت ام ایمن رسول اکرم کی رضاعت حلیمہ سے قبل بھی اور اس کے بعد بھی۔

رسول اکرم نے اپنے شفیق و کریم دادا جناب عبدالمطلب و یثرب مدینہ کا پہلا سفر چھ سال کی عمر میں کیا تو حضرت سفر تھیں، بلاذری نے وضاحت کی ہے کہ اصلاً وہ عبدالمطلب سے نہالی رشتہ داروں کی زیارت کے لئے پابندی سے نتر اپنی بہو بی بی آمنہ کو بھی ساتھ لے جایا کرتے تھے کہ ان بچہ میں اپنے نہالی عزیزوں بنو عدی بن النجار رخرج کے جگ جو سفر کیا اس میں رسول اکرم کو بھی ساتھ لے گئے اور بن بھی ہم رکاب تھیں، (بلاذری ۹۴۱: ”زارت امہ قبر معها عبدالمطلب و ام ایمن حاضنة رسول الله“.....

۱۹۶۰ء، ۱۱۶/۱: ”ومعه ام ایمن تحضنه“.....

کی والدہ ماجدہ جناب آمنہ کا آخری سفر یثرب ثابت ہوا، نامی مقام پر پیش آگیا اور وہیں ان کی آخری آرام گاہ بنی، رسول اکرم کو ابواء سے واپس مکہ مکرمہ لائے اور اب وہ تنہا ہاشمی و مرحومہ ماں کی جگہ بھی انہوں نے لے لی، مشہور روایات رسول اکرم کو تنہا ابواء سے مکہ مکرمہ دادا کے پاس لائی

تھیں اور جناب عبدالمطلب ہاشمی اس سفر سعادت میں شریک نہ تھے بلکہ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے تھے اور صرف والدہ ماجدہ اور حضرت ام ایمن کے ساتھ آپ نے یثرب کا سفر فرمایا تھا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، (ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، قاہرہ ۱۹۳۱ء، ۱۷۹/۱-۱۸۰، سہلی، الروض الانف، قاہرہ ۱۹۶۰ء، ۱۸۱/۲) اس پر بحث تو جناب عبدالمطلب ہاشمی کی سوانح حیات میں تفصیل و دلائل کے ساتھ آئی ہے، یہاں اس کا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے، قدیم و جدید سیرت نگاروں نے بالعموم ابن اسحاق کی روایت کی پیروی کر کے اصل واقعہ بدل ڈالا ہے، (ابن قتیبہ، ۱۵۰: ”وردتہ ام ایمن حاضنة الى مكة بعد موت امہ“..... اور بعض دوسرے قدیم و جدید اہل میر)۔

یثرب مدینہ میں رسول اکرم ﷺ کے بچنے کے قیام کا ایک واقعہ حضرت ام ایمن سے مروی ہے، ابن سعد اور ابن کثیر اور ان کے بعد دوسرے ابامانی سیرت کے علاوہ واقف دی کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ بچوں کے ساتھ یثرب میں کھلا کرتے تھے تو یہود کے کچھ لوگ آتے اور آپ ﷺ کو غور سے ملاحظہ کرتے تھے، حضرت ام ایمن کا بیان ہے کہ ان یہودیوں میں سے ایک کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا: یا اس امت کا نبی ہے اور یہ اس کی ہجرت کا گھر ہے اور میں نے اس کی پوری بات اچھی طرح سے ذہن میں محفوظ کر لی: ”..... وکان قوم من اليهود یختلفون بنظرون اليه فقالت ام ایمن: فسمعت احدهم یقول: هو نبی هذه الامة وهذه دار هجرته، فوعیت ذلك كله من كلامه“.....“ (۱۱۶/۱)۔

حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو زیادہ وضاحت کے ساتھ واقف دی سے نقل کیا ہے: حضرت ام ایمن کا بیان ہے کہ مدینہ کے قیام کے دوران میرے پاس یہود مدینہ کے دو شخص آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہمارے پاس احمد کو لے آؤ، ہم انہیں دیکھنا چاہتے ہیں، ان دونوں نے آپ ﷺ کو دیکھا اور خوب الٹ پلٹ کر دیکھا اور ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا، یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہی ان کا دارالہجرت ہے اور اس مقام ہجرت میں قتل و قید کا ایک واقعہ عظیم رونما ہوگا، آپ ﷺ کی والدہ نے جب یہ سنا تو واپس ہو گئیں کیوں کہ ان کو خوف لاحق ہو گیا تھا، ”..... قالت ام ایمن فجاءنی ذات یوم رجلا من یهود المدینة فقالا لی: اخرجی الینا احمد ننظر الیه، فنظرا الیه و قلباه فقال احدهما لصاحبه: هذا نبی هذه الامة وهذه دار هجرته، و سیکون بها من القتل

فدت وانصرفت به.....“ (البدایہ والنہایہ ۲/۲۷۹)۔
 رسول اکرم ﷺ کی والدہ جدہ کی قبر کی زیارت، ان کے
 وغیرہ کی روایات بیان کر کے ان پر نقد و تبصرہ کیا ہے
 ہر کوئی نقد و استدراک نہیں کیا ہے، اس کا ایک مطلب
 یہ ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ بعثت سے قبل اس نوع
 پائی جاتی ہیں اور یہ ان میں سے ایک ہے، حلبی نے
 پر خوب بحث کی ہے (۱۰۵۱-۱۱۰)۔

ماجدہ بی بی آمنہ بنت وہب زہری کی وفات کے بعد
 مطلب ہاشمی کے ساتھ غالباً ان کے گھر میں رہے اور ان
 کی دایہ اور انا (حاضنہ) کی حیثیت سے حضرت ام ایمنؓ
 مطلب ہاشمی کے گھر میں، روایات میں آتا ہے کہ عبد
 کرتے تھے کہ وہ آپ ﷺ کی دیکھ رکھ اور پرورش و
 لیں اور کبھی آپ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے ادھل نہ
 تھیں، ”وقال عبد المطلب لام ایمن،
 ركة لا تغفلی عن ابنتی فانی وجدته مع غلمان

عبد المطلب ہاشمی نے رسول اکرم ﷺ کو کچھ بچوں کے
 کو غفلت نہ کرنے کی ہدایت کی تھی مگر اس پر حلبی نے کافی
 ہی روایت بیان کی ہے کہ ”میں رسول اللہ ﷺ کی
 کی ذمہ داری ادا کرتی تھی، ایک دن میں ذرا چوک
 پنے سر پر کھڑا پایا اور پھر انہوں نے حضرت ام ایمن کو بتایا
 ان کی دیکھ بھال میں ہوشیاری کی ہدایت دی کہ ان کو
 شے سے دھشت ہوتی تھی، ”و عن ام ایمن كنت

احضن النبی ﷺ ای قوم بتربیتہ و حفظہ، فغفلت عنہ یوما، فلم ادر الا بعبد المطلب
 قائما علی راسی یقول..... لا تغفلی عن ابنتی.....“ (۱۱۰/۱)۔

چچا زبیر اور چچا ابو طالب کے گھر میں | آٹھ سال کی عمر شریف ہوئی تو ۵۷ء میں دادا کی
 وفات ہوئی اور رسول اکرم ﷺ اپنے دو سگے چچا، زبیر بن عبد المطلب ہاشمی اور ابو طالب بن عبد
 المطلب ہاشمی، کی خصوصی کفالت و پرورش میں آئے، حضرت ام ایمن رسول اکرم ﷺ کی انا اور کھانی
 اور باندی کی حیثیت سے آپ کے ساتھ ساتھ رہیں، خواہ وہ زبیر ہاشمی کا گھر رہا ہو یا ابو طالب ہاشمی
 کا، دوسرے اعمام و عمات (چچاؤں اور پھوپھیوں) کی عمومی کفالت و دیکھ بھال یا زیارت کی
 صورت میں حضرت ام ایمن ان کے گھروں میں بھی سکونت پذیر رہیں، کیوں کہ وہ آپ ﷺ کی
 ذات والا صفات کے ساتھ وابستہ تھیں اور ان کا سب سے بڑا کام آپ ﷺ کی دیکھ رکھ اور
 پرورش تھا، (اعمام و عمات کی کفالت کے لئے ملاحظہ ہو: ”عبد المطلب ہاشمی، رسول اکرم ﷺ
 کے دادا“ اور ”کفالت نبوی کی وصیت عبد المطلب“)، ابن سعد کی ایک روایت ہے کہ بڑی عمر میں بھی
 وہ آپ ﷺ سے انتہائی محبت فرماتیں اور آپ کی دیکھ بھال کرتیں: ”كانت ام ایمن تلتطف
 النبی ﷺ و تقوم علیہ (۲۲۳/۸)، ابن حجر، اصابع ۱/۶۳۶ میں ”تقدم علیہ“ سے جو تقوم علیہ
 کی تصحیف ہے جیسا کہ ابن سعد وغیرہ میں ہے)۔

رسول اکرم ﷺ کو اپنے بچپن سے حضرت ام ایمن سے خاص لگاؤ اور شدید محبت تھی، اسی
 بنا پر آپ ان کو اپنی ماں کے بعد اپنی ماں ہی سمجھتے تھے اور اپنی سگی ماں کی طرح پیار کرتے تھے، ابن
 سعد ہی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ایمن کو ماں کہتے اور جب جب ان کو دیکھتے،
 فرماتے کہ وہ میرے اہل بیت کا بقیہ ہیں: ”کان رسول اللہ ﷺ یقول لام ایمن: یا امہ، وکان
 اذا نظر الیہا قال: هذه بقیة اهل بیتی“ (۲۲۳/۸) حلبی نے حدیث شریفہ کے الفاظ نقل یوں کیے ہیں:
 ”انت امی بعد امی“ ”و یقول: ام ایمن امی بعد امی“ (۱۰۵۱/۵۶۷) ”ام ایمن
 امی بعد امی.....“، حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے علاوہ یہ بھی نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ ان سے
 اور ان کی اولاد سے بے پناہ محبت کرتے تھے، (فتح الباری ۱۱۳/۷، اصابع ترجمہ ام ایمن، ابن عبد البر،
 استیعاب ترجمہ برکہ مذکورہ بالا، نیز بحث بر اولاد)، ان سے محبت و تعلق نبوی کا واقعہ اتنا معروف و

بر شہر اس کو جانتے اور لحاظ کرتے تھے۔

عمر کو پہنچ کر رسول اکرم ﷺ اپنے آبائی گھر میں قیام پذیر
ایمن آپ کے ساتھ خاندانی مکان میں اٹھ آئیں کہ وہ ماں کی
وہ ابھی تک رسول اکرم ﷺ کی غلامی کے رشتہ افتخار اور
روایات کا واضح بیان تو نہیں ملتا تاہم قرآن بتاتے ہیں
ایمن کا شانہ نبوت میں شروع سے رسول اکرم ﷺ کی

رسول اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدی سے
ام ایمن کو آزادی عطا فرمادی جیسا کہ ابن سعد کی روایت
کی روایات میں حضرت ام ایمن کی شادی کا ذکر ملتا ہے۔

آزادی کے بعد بنو الحارث بن خزرج کے ایک یثربی آزاد شخص
سے شادی کر لی، اس رشتہ میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ حضرت
باشندے تھے اور خزرج کے قبیلے کے ایک فرد تھے اور اسی
اجتباب عبدالمطلب ہاشمی کی والدہ ماجدہ حضرت سلمیٰ بنت عمرو
کی زیارت کے لئے جناب عبدالمطلب ہاشمی، آپ ﷺ کی
مٹی تھیں، غالباً یہ رشتہ رسول اکرم ﷺ نے ہی لگایا تھا کہ وہ
سے بندھی ہوئی تھیں، ابن سعد کی اس روایت میں ان کے
فسزوج عبید بن زید..... (۲۲۳/۸) جبکہ دوسری
دوسری تفصیلات تحقیق طلب ہیں البتہ عام روایات میں
ان کے ایک فرزند حضرت ایمن بن عبید خزرجی پیدا ہوئے
ایمن ہو گئی تھی اور وہ کنیت ایسی خوش آئند و قسمت خیز بنی کہ
مشہور ہوئیں، حافظ ابن حجر کے مطابق حضرت ایمن کی
ہیت نبوی کے اہل میں سے تھیں اور ان کے والد سے افضل

اس حد تک کہ شادی اور فرزند کی ولادت سے قبل بھی وہ ام ایمن ہی کہلاتی رہیں اور بعد میں بھی
حالانکہ پہلے وہ کنیت ہی نہ تھی اور بعد میں دوسری شادی ہو گئی اور ایک عظیم تر فرزند اور مشہور تر صحابی
کی ماں بنیں لیکن ان کے نام سے ان کی کنیت نہیں پڑی، حضرت ایمن صحابی رسول ﷺ بنے اور غزوہ
حنین میں شہادت سے سرفراز ہوئے، یہ ابن سعد اور دوسری تمام کتب سیر و تاریخ میں متفقہ روایت
ملتی ہے، حضرت ایمن کے غزوہ خیبر میں شہادت پانے کی روایت بعض مصادر کی روایات جیسے ابن حجر
کی اصابت میں اور جدید سیرتوں میں پائی جاتی ہے قطعاً غلط اور غیر معتبر ہے، (ابن سعد ۲۲۳/۸،
ابن اثیر ۵/۵۶۷، ابن حجر، اصابت نمبر ۳۹۳، بلاذری ۳۶۵/۱، ۴۷۱-۴۷۲، فتح الباری ۱۱۳/۷،
استشہاد ایمن یوم حنین مع النبی ونسب ایمن الی امہ لشرفہا علی ابیہ و شہرتہا عند اہل
البیت النبوی.....، ابن قتیبہ ۱۶۳ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کی طرف دو شعروں کی نسبت کی
ہے جن میں حضرت ایمن بن عبید کی شرکت، نصرت اور شہادت کا حوالہ ہے: نصرنا رسول اللہ
فی الحرب سبعة و قد فر من قدر منهم فاقشعوا و ثامننا لاقی الحمام بسیفہ بما مسہ فی
اللہ لا یجمع، اصابت ۳/۱۵۲..... واستشہد یوم خیبر، یہ کورانہ تقلید کا نتیجہ ہے۔)

بلاذری نے یہ صراحت کی ہے کہ حضرت ام ایمن نے عبید بن عمرو بن بلال بن ابی
الحرباء بن قیس بن مالک بن ثعلبہ بن جشم بن مالک بن سالم، جو حبلی کہلاتے تھے، بن غنم بن عوف بن
خزرج سے زمانہ جاہلیت میں مکہ میں شادی کی تھی اور ان سے ایمن بن عبید تولد ہوئے تھے، بلاذری
نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت ایمن کے والد خالص عرب تھے جب کہ ابن حجر کی ایک ضعیف و
مجروح روایت میں ہے کہ وہ بھی حبشی تھے اور موالی خزرج میں سے تھے (فتح الباری ۱۱۳/۷)،
حضرت ایمن جنگ حنین میں اس وقت بھی ثابت قدم رہے تھے اور رسول اکرم ﷺ کا دفاع کرتے
رہے تھے جب اکثر صحابہ کے پیر اکھڑ گئے تھے اور اسی غزوہ میں انہوں نے شہادت پائی تھی، شاید
دفاع نبوی میں، حضرت ایمن خزرجی کے بارے میں امام بخاری نے اپنی ایک حدیث ۳۷۳۶
میں صراحت کی ہے کہ وہ انصار کے ایک فرد تھے (کتاب دباب مذکورہ بالا)۔

حضرت ایمن خزرجی کی عمر شہادت، ابن سعد کی روایت شادی اور دوسرے قرآن و آثار
سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت ام ایمن کی عبید بن عمرو خزرجی سے شادی رسول اللہ ﷺ کی حضرت خدیجہ

۹۶-۵۹۵ء میں، وہ اپنے پہلے شوہر کے گھر مکہ میں ہی مقیم تھے، بلاذری کی ایک روایت میں ہے کہ عبید خزرجی ام ایمن کو وہ ان کے گھر میں ان کی زندگی بھر رہیں وہیں ان کے فرزند اندر بنی عبید بن عمرو خزرجی کی وفات ہو گئی اور وہ پھر کاشانہ کے بعد وہ پھر رسول اکرم ﷺ کے ہی قیام پذیر رہیں کیوں کہ ان کے وہ فارغ رہیں اور شادی نہیں کی تھی "وہات عبید عن" (بلاذری ۱/۴۷۱-۴۷۲: "قدم عبید بن عمرو بركة مولاة رسول الله ﷺ، ونقلها الى يثرب، فولدت بنت الى مكة") "اصا بہ مع استيعاب مذکورہ بالا)۔

تاریخی واقعات کی ترتیب زمانی کے لحاظ سے جناب اپنے بچے ام ایمن بن عبید خزرجی کے ساتھ مکہ مکرمہ ہی میں رہا ان وہ اپنے شوہر کے ساتھ ان کے وطن مالوف یثرب یا جاتی رہی ہوں، جیسا کہ بلاذری کی ایک روایت میں ہے کہ وہ مکہ ہی میں قیام پذیر رہیں، ان کے مدینہ جانے شری مہاجرین اور تارکین وطن بالعموم اپنے رشتہ داروں و جودہ سے یثرب جاتے رہتے تھے۔

ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ کی کر لیا، ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ اسلام کے آغاز میں ہی صرف یہی نہیں انہوں نے حبشہ کو ہجرت بھی کی تھی اور بعد سلامت قدیم اول الاسلام و ہاجرت الی ہجرت پر بحث ۳ را بعد میں ہوگی۔

ت کتر ملتی ہیں لیکن یہ حقیقت بہر حال ظاہر ہوتی ہے کہ وہ فیہ تبلیغ کے سہ سالہ زمانے کے جن ساتین اسلام کی فہرست

حضرت ام ایمن دی ہے ان میں غلاموں اور لونڈیوں کی ذیلی فہرست میں سرنامہ حضرت "ام ایمن بنت ثعلبہ" کا نام ہے جنہوں نے بچپن سے حضور کو گود میں پالا تھا (سیرت ۲/۶۱۲)، مولف "سیرت سرور عالم" نے یہ تو بتایا کہ انہوں نے بڑی تلاش و تفحص سے یہ فہرست تیار کی ہے لیکن مآخذ کا نام نہیں بتایا۔ تلاش و تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایت پوری کی پوری ابن عبد البر کی استیعاب سے ماخوذ ہے جس میں ان کا اصل نام، خاندان، کنیت، ہجرت حبشہ و مدینہ وغیرہ کا ذکر پایا جاتا ہے، اس میں ان کی اپنی روایت کے علاوہ واقدی، ابن اسحاق، ابن ہشام اور موسیٰ بن عقبہ کی مغازی کی روایات و حوالے موجود ہیں، (ابن عبد البر بر حاشیہ اصا بہ ۳/۲۳۳-۲۳۵، ترجمہ رخا کہ برکہ، نیز اصا بہ ترجمہ ام ایمن)۔

حضرت ام ایمن نے حبشہ کو ہجرت نہیں کی تھی، تمام مصادر سیرت نے مہاجرین حبشہ کی فہرست میں ان کا نام نہیں گنایا ہے، غالباً کسی شاذ روایت میں ان کو مہاجرات حبشہ میں شمار کر لیا گیا ہو جو غیر معتبر ہے، حافظ ابن حجر نے ابن عبد البر کے اس خیال و گمان پر کہ ام ایمن مہاجرہ حبشہ تھیں نقد کیا ہے: "وفی کون ام ایمن ہاجرت الی ارض الحبشة نظر" (اصا بہ رساء ۱۶۵) یہ بھی ممکن ہے کہ مولف اسد الغابہ کو برکہ بنت یسار زوجہ قیس بن عبد اللہ اسدی خزیمی کے نام سے غلط فہمی ہوئی ہو کیوں کہ برکہ بنت یسار ابوسفیان اموی کی آزاد کردہ باندی تھیں اور مہاجرہ حبشہ بھی، (مودودی، سیرت ۲/۵۸۳، بحوالہ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۱/۳۳۴-۳۵۳ بالخصوص ۳۳۶، بلاذری ۱/۱۹۸-۲۲۷ بالخصوص ۲۰۰)۔

دوسری شادی بیوہ ہونے کے بعد جب حضرت ام ایمن اپنے نوخیز بچے ایمن کے ساتھ کاشانہ نبوت میں دوبارہ آگئیں تو رسول اکرم ﷺ کو ان کی دوسری شادی کرنے کا خیال ستانے لگا، روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جس کو یہ بات خوش کرے کہ وہ ایک جنتی نبی سے شادی کر لے اسے چاہیے کہ وہ ام ایمن سے نکاح کر لے اور اسی ترغیب و محبت کی بنا پر حضرت زید بن حارثہ کلبی نے ان سے شادی کر لی، "من سرہ ان ینزوج امرأة من اهل الجنة فلیتزوج ام ایمن، فتزوجها زید بن حارثہ") (ابن سعد ۸/۲۲۴، بلاذری ۱/۴۷۲، ابن حجر، اصا بہ ۳/۴۱۶)، اپنی ایک اور روایت میں ابن سعد نے ایک مزید سراحت یہ مکی

ام ایمن کی شادی حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل مولیٰ تھے جو حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بہن کی بنا پر ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان کی شادی حضرت ام ایمن نبوت کے بعد ہی انجام دی تھی: وکان زید بن جحش بنت خویلد فوہبتہ رسول اللہ ﷺ فاعفہ و ۲۲۱، ابن اثیر، اسد الغابہ ۲/۲۲۶، فتح الباری ۷/۱۱۳، ب مذکورہ بالا اور ابن حجر، اصابہ نمبر ۱۱۳۵)۔

میں سے عمر میں دس سال چھوٹے تھے (ابن سعد) ان کی عمر تیس پینتیس سال رہی تھی اور حضرت ام ایمن زید کے فرزند حضرت اسامہ بن زید کلبی پیدا ہوئے روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ میں نابالغ سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا تھا (بلاذری ۱/ صحابہ کرام کے مسرد کئے جانے کا ذکر ملتا ہے، غزوہ کی مانند شرکت کی اجازت نہیں ملی (بلاذری ۱/۳۱۶) وفات نبویؐ کے وقت اکیس سال کے تھے (بلاذری ۱/ گیارہ سال) کے تھے اور ان کی تاریخ و سنہ ولادت ام ایمن سے اس لحاظ سے نبوت و بعثت کے فوراً بعد ہے۔

دوسری شادی کے بعد حضرت ام ایمن اپنے شوہر کیوں کہ رسول اکرم ﷺ کی سنت عادی تھی کہ آپ شادی میں رکھتے تھے اور یہ سنت نبویؐ جوان دختروں بالخصوص اور صرف مدینہ منورہ کی زندگی اور سماجی ماحول کے حوالے نظام میں بھی (ابن سعد ۱/۲۳۰، ابن ہشام ۲/۱۱۳-۱۱۵،

بالخصوص ابن سعد ۸/۱۶۳-۱۶۸، ذکر منازل ازواج النبی ﷺ)، اگرچہ حضرت زید اور ان کی زوجہ مکرمہ حضرت ام ایمن اور ان کے فرزند گرامی حضرت اسامہ سب کے سب نبوی عمیال تھے اور رسول اکرم ﷺ ہی ان کے والی، مولیٰ اور مربی تھے، جس طرح آپ ﷺ اپنے دوسرے مربیوں، لے پالکوں، آزاد کردہ موالی اور غلاموں اور ان کی اولاد کے سرپرست اور کفیل تھے، ان سب کی کفالت آپ ﷺ ہی فرماتے تھے، بخاری، صحیح، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس و جودہ: حدیث ۳۲۸۱: وکان سکینا (ای صلیبہ بنت حنی) فی دار اسامۃ بن زید۔

حضرت ام ایمنؓ نے اپنے دوسرے شوہر حضرت زید بن حارثہ کلبی کے ساتھ لگ بھگ بیس برس کا عرصہ گزارا، اس میں تقریباً بارہ برس کا زمانہ مکہ مکرمہ میں بسر ہوا: ۱۲-۱۱ء سے ۶۳۲ء تک اور لگ بھگ آٹھ برس کا زمانہ مدینہ منورہ میں ان کے ساتھ گزارا: ۱۲-۱۱ء سے ۶۳۰ء تک، یہ ان کا حسین ترین عرصہ موافقت اور زمانہ رفاقت تھا کہ چاہنے والے شوہر اور عزیز فرزند کی محبت ان کو میسر تھی، یہ دوسری بات ہے کہ حضرت زید بن حارثہ کلبی کی بعض دوسری شادیوں نے ان پر چار چار سو کنیں بھی لاد دی تھیں لیکن وہ عرب اسلامی معاشرت کا ایک جز بھی تھی اور ابتدائے اسلام میں معاشرتی نظام کے ارتقا کی ایک کڑی تھی، سکنوں کو بطیب خاطر یا بھجروا کر اور برداشت کرنا ہی پڑتا تھا، عورت کی فطری لچک اس کی گنجائش نکال لیتی تھی، حضرت ام ایمن کا صبر و شکر تھا کہ مشیت الہی کہ حضرت زید نے اپنی دوسری بیویوں میں سے بیشتر کو طلاق دے دی تھی اور صرف ام ایمن رہ گئیں، بہر کیف حضرت زید کے ساتھ ان کی مسرت و شادمانی کا زمانہ گزرتا رہا تا آنکہ جمادی الاولیٰ ۸ھ / ستمبر ۶۲۹ء کے غزوہ موتہ میں حضرت زید کی شہادت کی بنا پر وہ مسرت بھرا زمانہ ختم ہوا اور وہ پھر ایک بار بیوہ ہو گئیں اور پھر انہوں نے شادی نہیں کی (ابن سعد ۳/۳۳-۳۴: شہادت بھر ۵۵ سال، دیگر ازواج حضرت زید: ام کلثوم بنت عقبہ اموی، درہ بنت ابی لہب ہاشمی، ہند بنت عوام اسدی قریشی، ۸/۱۰۱-۱۰۲ و ما بعد، بلاذری ۱/۲۶۷-۲۷۳)

ہجرت مدینہ پہلے مسلمانان مکہ نے ہجرت کی اور پھر رسول اکرم ﷺ نے ۳۳ء میں مدینہ کوچ فرمایا، روایات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ام ایمن کے شوہر اور دوسرے موالی نبویؐ مسلمانان مکہ کے ساتھ مدینہ ہجرت کر گئے تھے، ابن ہشام ۲/۹۰ کے مطابق حضرت زید نے اپنے کئی مواخات کے

ساتھ ہجرت کی تھی اور حضرت کلثوم بن ہدم کے گھرا ترے تھے اور
ت پیچھے مکہ مکرمہ میں رہ گئی تھیں، حضرت ابو بکر صدیق کا خاندان
نے کی دختران یک اختر اور دوسری مستورات بھی، حضرت ام
منورہؓ کے کچھ عرصے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے
بی اور ابو رافع کو پانچ سو درہم دے کر مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ وہ
اور حضرت ام کلثوم اور زوجہ مطہرہ حضرت سودہ بنت زمعہ کو
ت ابو بکر صدیق نے اپنے خاندان کی خواتین کو بھی بلا بھیجا جن
دو دختریں حضرت اسماء اور حضرت عائشہ شامل تھیں، مہاجرات
ایمن اور ان کے فرزند حضرت اسماءؓ بھی شامل تھے، راویوں
س وقت پہونچا جب رسول اکرم ﷺ مدینہ میں اپنی مسجد مکرم
رہے تھے، یعنی ۶۲۳ء کے آغاز میں، ہجرت نبوی کے چھ سات
سیر صفر ۱ھ یعنی لگ بھگ ہجرت کے گیارہ ماہ بعد مکمل ہوئی،
پنے فرزند کے ساتھ اپنے شوہر حضرت زید کے گھرا تریں جو
سواخت مدنی کے عزیز حضرت اسید بن حضیر اوسی کا گھر تھا یا
ہو گئیں، (بلاذری ۲۶۹/۱-۲۷۰، ابن سعد ۲۳۷-۲۳۸،
ت، نیز بلاذری ۴۱۴/۱ و مابعد، ابن حجر، اصابہ نمبر ۱۱۳۵)۔
ن کے واقعہ ہجرت سے متعلق ایک معجزاتی واقعہ بیان کیا ہے
ت کے دوران روحاء نامی مقام سے پہلے قیام پذیر ہوئیں
کہ روزہ سے تھیں اور دوسرے الگ کے پاس پانی بھی نہ تھا،
سمان سے قدرت الہی نے ایک ڈول نازل فرمایا، اس میں
پوچھی تھی اور اسی سے انہوں نے بظاہر روزہ کھولا اور پیاس
اکرتی تھیں کہ اس کے بعد مجھے کبھی پیاس نہیں لگی، حالانکہ
مانے میں بھی روزے رکھا کرتی تھی لیکن اس قدر تھی پانی

اور شراب الہی کے بعد مجھے کبھی پیاس نہیں لگی، دوران قیام و حضرت سخت گرمی میں روزہ رکھنے کے
باوجود پیاس نہیں لگتی، (ابن سعد ۲۳۷/۸، اصابہ ۱۱۳۵)۔

اصابہ میں امام ابن حجر نے مذکورہ بالا روایت ابن سعد کے علاوہ ایک اور روایت اسی
سے ملتی جلتی ابن السکن کی تخریج سے بیان کی ہے، اس میں یہ اضافہ ملتا ہے کہ وہ مکہ سے مدینہ کے
لئے ہجرت کے سفر پر پا پیادہ نکلیں اور ان کے پاس زاد راہ بھی نہ تھا، جب سورج غروب ہو گیا تو
قدرت الہی سے ان کے سر کے اوپر ایک ڈول پانی بھرا آ آیا اور اس سے ایسی سیراب ہوئی کہ جنم
جنم کی پیاس بجھ گئی اور بقول حضرت ام ایمن ”مجھ کو بعد کی زندگی میں اس کی طراوت رہتی تھی،
انتہائی گرم دنوں میں روزہ رکھتی اور دھوپ میں طواف کرتی تا کہ پیاس لگے مگر پیاس نہ لگتی، ایسی
ہی پیاس بجھانے والی سیرابی ہوئی تھی، (ابن حجر، اصابہ ۴۱۵/۲-۴۱۶: نمبر ۱۱۳۵)۔

غزوات نبوی میں شرکت | ایک تاریخی واقعہ اور نبوی سنت یہ رہی ہے کہ عہد نبوی میں خواتین
غزوات میں شرکت کیا کرتی تھیں، عام خواتین کے علاوہ ازواج مطہرات کی بعض غزوات میں
شرکت و خدمت کی ناقابل تردید روایات ملتی ہیں، ان کا غزوات اور بعض سرایا میں جانا محض
رفاقت کی بنا پر نہیں تھا جیسا کہ ازواج مطہرات کے بارے میں کہا جاسکتا ہے، بلکہ وہ خدمت اور
فوجی فرائض کی بجا آوری بھی کرتی تھیں اور بعض خواتین نے تو باقاعدہ سیف و سنان کے ساتھ جہاد
بھی کیا تھا، رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہاشمی نے اپنے قلعہ حفاظت
سے ایک دشمن کو مار گرایا تھا، میدان جنگ میں ان کی موجودگی، کارکردگی اور خدمت گزاری باب
جہاد کا ایک حسین ترین عنوان ہے اور وہ سچ بات یہ ہے کہ ایک الگ تحقیقی مطالعہ کا موضوع ہے۔

ام ایمنؓ انہیں مجاہدات اور سر فرار خواتین میں سے ایک تھیں جنہوں نے رسول اکرم ﷺ
کے ساتھ بعض غزوات میں شرکت کی تھی اور جہاد و قتال کے میدان میں اپنے حصہ کا فریضہ انجام
دیا تھا، ان کا زیادہ تر کام زخمیوں کی دوا دار دکرنا اور سپاہیوں کو پانی پلانا وغیرہ غیر فوجی کام ہی بتایا گیا
ہے لیکن امکان ہے کہ اس کے علاوہ بھی انہوں نے اور دوسرے فرائض انجام دیے ہوں کہ میدان
جنگ اپنے خاص تقاضے رکھتا ہے، غزوہ بدر میں خواتین بالخصوص حضرت ام ایمن کی شرکت کا سوال
نہیں پیدا ہوتا کہ اصلاً رسول اکرم ﷺ قریش سے جنگ کے لئے نہیں تشریف لے گئے تھے بلکہ شام

کارواں کے ارادے سے گئے تھے، بدر کی جنگ بلا ارادہ و منصوبہ ازیان کرام کی شرکت ہی ضرورت سے کم تھی تو خواتین کی شرکت کیا سے منصوبہ بند تھے اور ان میں خواتین بھی باقاعدہ شریک کی گئی تھیں، کی روایات غزواتِ احد، خیبر و حنین وغیرہ کے حوالے سے ملتی ہیں۔

ابن سعد نے واقدی کی روایت میں صرف یہ بیان کیا ہے کہ حضرت کی، وہ پانی پلاتی اور زخیوں کی دوا دار و کرتی تھیں (ابن سعد ۸۸ کے ساتھ دوسرا دلچسپ جنگی واقعہ بھی بیان کیا ہے ”رسول اکرم ﷺ کچھ خواتین کے ساتھ مسلمانوں کو پانی پلا رہی تھیں، دشمن سپاہی حبان نہ بنایا جس نے ان کے دامن کے ذیل کو زمین میں پیوست کر کے ان سانس پر خوب ہنسا، رسول اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کا نشانہ لو، حضرت سعد نے تیر چلایا جو اس کو جا لگا اور اس نے اس کا رسول اکرم ﷺ ہنس دیے کہ آپ کے دندان مبارک کھل گئے، لے لیا، پھر ان کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو ہمیشہ قبول نکال کر دے (بلاذری ۳۲۰/۱، نیز ابن حجر، اصابہ ۴/۲۱۶)، دوسری بہت بھان حضرت عائشہ، حمزہ بنت جحش اور حضرت ام ایمن۔

واقعہ بلاذری نے یہ نقل کیا ہے کہ غزوہ احد میں قریشی شہسوار دستہ اتر اتر فری پھیل گئی اور کچھ مسلمان مجاہدوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو کے چہروں پر خاک پھینک کر ان کو غیرت دلانے لگیں: ”بھگوڑو“ (بلاذری ۳۲۶/۱، واقدی ۸/۲۷۸)۔

واضح ہوتا ہے کہ وہ دوبار میدان جنگ تشریف لے گئی تھیں اور ان تھیں، قلعہ حفاظت سے حضرت صفیہ بنت عبد المطلب ہاشمی نے دیکھنے کے بعد جب میدان جنگ کا رخ کیا تو بنو حارثہ کے محلے میں بعض انصاری خواتین سے مہوئی اور وہ سب دوڑ کر خدمتِ نبوی میں شریعت دریافت کی (واقعی ۲۸۸/۱-۲۸۹)۔ (باقی)

تقویم اسلامی کا آغاز

جناب حافظ سید عزیز الرحمن صاحب ☆

ہجری تقویم اسلام کی چند اہم خصوصیات میں سے ایک ہے، اس کا شمار شعائر اسلام میں بھی ہوتا ہے، یہ تقویم عہدِ نبوی ﷺ کے اہم واقعے کی جانب منسوب ہے، جسے مورخین اور اہل سیر ہجرتِ مدینہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ہجرتِ مدینہ | ہجرتِ مدینہ، غزوات اور فدائیت کی تاریخ کا ایک اہم سنگ میل ہے، سرفروشی اور جاں شاری کی نہ جانے کسی قدر قیمتی داستانیں اس واقعے سے مربوط ہیں، قنم ازل نے ہجرتِ مدینہ کو ان گنت شرف عطا فرمائے ہیں، یہ شرف بھی ازل سے اسی کی قسمت میں لکھا تھا کہ آئندہ لیل و نہار کی گردشوں کا شمار بھی اسی سے ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کی مکہ مکرمہ سے ہجرت اور مکے سے مسلمانوں کی انتقال آبادی اگرچہ ظاہری طور پر قریش مکہ کی ایذا رسانہوں کے سبب سے تھی، مگر درحقیقت خالق کائنات نے اپنے پسندیدہ دین، دین اسلام کی عظمت و شوکت اور سیادت کا سکہ بٹھانے اور اس کی ضیاء پاش کرنوں سے سارے عالم کو منور کرنے کے لئے جو وقت متعین کیا تھا، اس کا آغاز اسی ہجرتِ مدینہ سے ہوا۔

ہجرتِ مدینہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام اپنی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک مکمل سیاسی نظام بھی رکھتا ہے جو اسلامی ریاست و سلطنت کی بنیاد ہے، نیز اس کی تعلیمات دیگر مذاہب اور دنیا میں مروج نظاموں کی طرح محض تخیلاتی یا کاغذی و کتابی نہیں بلکہ ہر طرح سے قابل قبول، قابل عمل اور لائق نفاذ ہے۔

نائب مدیر ششماہی السیرہ عالمی، کراچی، پاکستان۔

میں کمزور حالت میں تھے، انہیں مذہبی آزادی حاصل
اور نہ ہی معاشی اعتبار سے ان کو بے فکری، اطمینان اور
امن اقتدار دشمنوں اور مخالفین کے پاس تھا، تمدن اور
ان محروم تھے اس لئے یہاں رہ کر وہ اسلام کے سیاسی و
جنگ بھی نہیں سکتے تھے، اس کے برعکس مدینہ منورہ میں خالق
جو اس کام کے لئے ضروری اور مناسب تھے، مدینہ منورہ
قبائل سے تعلق رکھتے تھے جن کے پاس اس ریاست کی
ی دوسرے کا کوئی تسلط نہ تھا، اس لئے ہجرت مدینہ کے
وہ ایک نئے معاشرے کی تشکیل اسی جس کی بنیاد خالص
کے تمام مراحل میں دور جاہلیت سے یکسر مختلف اور ہر لحاظ
کا نمائندہ ہو جس کی خاطر مسلمان گذشتہ ۱۳ سال سے
الہجرت اور مختلف النوع سازشیں، مصیبتیں اور مشقتیں
یم اسلامی کے ہجرت مدینہ سے آغاز کا تاریخی پس منظر،
کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مناسب واقعہ یا موقع ہو ہی

لامی کے معاملے کا فیصلہ حضرت عمرؓ نے کافی غور و خوض
کے بعد کیا تھا، مہتمم بالشان معاملات میں حضرت عمرؓ کا یہی
لی شناخت اور تعارف کا ٹائٹل ہوتا ہے، مولانا ابوالکلام

یات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ
یا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی، قوم کا سنہ
ہوتا ہے، یہ اس کی قومی زندگی کی روایات قائم
و عروج کا عنوان ثبت کر دیتا ہے، یہ قومی زندگی

کے ظہور و عروج کی ایک جاری و قائم یادگار ہے، ہر طرح کی یادگاریں مٹ سکتی
ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی، کیوں کہ سورج کے طلوع و غروب اور چاند کی غیر متغیر
گردش سے اس کا دامن بندھ جاتا ہے اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کی عمر
بھی بڑھتی رہتی ہے“ (۱)۔

عربوں میں تقویم کا رواج | عربوں میں چوں کہ لکھنے پڑھنے کا زیادہ رواج نہ تھا، اس لئے
تقویم اور ماہ و سال کے حساب کا بھی کوئی خاص طریقہ مقرر نہ تھا، نہ ان کا کوئی خاص سن تھا، اس
لئے اگر کوئی بات بیان کرنی ہوتی تو کسی اہم واقعے سے ماہ و سال کا حساب کر لیا کرتے تھے،
چنانچہ ابن الجوزی عام الشعبی کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جب روئے زمین پر آدمؑ کی اولاد
کی تعداد زیادہ ہو گئی اور وہ اطراف و اکناف میں پھیل گئے تو انہوں نے بیوط آدمؑ سے تاریخ شمار
کی، یہ سلسلہ طوفان نوح تک جاری رہا، وہاں سے نارخلیل تک تاریخ کا حساب کرتے رہے، پھر
یوسف کے واقعے سے تاریخ کا حساب کیا گیا، وہاں سے حساب بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے
واقعے سے تاریخ شمار ہوئی، پھر حضرت عیسیٰ کے زمانے کو بنیاد بنایا گیا (۲)۔

واقعی کا قول یہ ہے کہ تاریخ کا شمار پہلے حضرت آدمؑ سے طوفان نوح تک تھا، نارخلیل
تک، وہاں سے بنو اسماعیل نے تعمیر کعبہ سے تاریخ شمار کی، وہاں سے معد بن عدنان کے زمانے تک،
پھر وہاں سے کعب بن لوی کے عہد تک اور وہاں سے عام الفیل تک تاریخ شمار کی گئی (۳)۔

نیز خیر والے اپنے بادشاہ تیغ کے عہد سے تاریخ کا حساب کرتے تھے، غسان والے
سد تارب کے پھٹنے سے اور صنعا والے یمن پر حبشیوں کی فتح اور بعد ازاں انہوں کے نکلنے سے،
بعد میں عرب اپنی لڑائیوں سے حساب تاریخ رکھا کرتے تھے، مثلاً بسوس، داحس، انہر کی لڑائی
سے اور ذی قار اور حرب فجار جیسے محرموں سے (۴)۔

اسلام آ جانے کے بعد بھی مسلمانوں کا یہی طرز عمل قائم رہا اور اب سورتوں کے نزول کی
نسبت سے واقعات یاد رکھے جانے لگے، ہجرت کے بعد جب مکرین سے قتال کی اجازت ملی اور
سورہ حج نازل ہوئی تو کچھ عرصے تک یہ واقعہ بلور سن استعمال ہوا، پھر جب سورہ براءہ کا نزول ہوا
تو سنہ براءہ چل پڑا، آخر میں سنہ الوداع مشہور ہوا، جو حجۃ الوداع کے بعد رجب (۵)۔

ہجرت کے آغاز سے قبل لوگ ہر سال کو اس واقعے کا نام دیتے اور اسی سے تاریخ بتاتے تھے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے مدینہ ہجرت کی اجازت کا سال کہلاتا تھا، دوسرا سال جنگ کے اذن کا (۱)۔

کی تاریخیں گنڈ ہیں اور انہی سے کرام اور دیگر تاریخی واقعات پایا جاتا ہے۔

اسلامی تقویم کی ضرورت کب، کیسے اور کیوں پیش آئی؟ اس کا تذکرہ ذیل میں علاحدہ علاحدہ کیا جاتا ہے:-

۱۔ میں ابن شہاب زہری سے روایت نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں:-

مر بالتاریخ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے تاریخ لکھنے کا حکم فرمایا، سورج الاول سے اس کا آغاز ہوا۔

اس نے اپنی کتاب صناعة الكتاب میں بھی ذکر کی ہے (۸) اور

یہ روایت نقل کی ہے (۹)، لیکن حافظ ابن حجر نے اس کا جواب دیا ہے کہ مشہور قول اس کے خلاف ہے (۱۰)، لیکن اس

بیان نے ان الفاظ سے نقل کی ہے:-

المدينة الإسلامية تاریخ کا آغاز اس روز سے ہوا جب حضور اکرم ﷺ ہجرت فرماتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔

دوسرا قرار دیا ہے اور زیادہ صحیح بات بھی یہی ہے کہ تقویم کے حکم اور صحابہ کرام کے مشورہ سے ہوا (۱۲)، البتہ آغاز

و بنیاد بنایا گیا جیسا کہ تفصیل آگے آئے گی۔

ابو طاهر بن محمد الزیادی نے "تاریخ الشروط" میں ذکر کی ہے بھی نقل کیا ہے، روایت یہ ہے:-

ان رسول اللہ ﷺ أرخ بالهجرة حين رسول الله ﷺ نے سب سے پہلے اسلامی تاریخ کا ہجرت کتب الكتاب لنصاري نجران و امر عليا مدینہ سے آغاز کیا، جب آپ نے نجران کے نصاریٰ ان یکتب فیہ حين کتب عنہ (۱۳)۔ کو خط ارسال کیا اور حضرت علی کو اس خط پر تاریخ ڈالنے کا حکم دیا۔

تیسری روایت: امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے:-

اول من أرخ التاريخ يعلي بن اميه حيث سب سے پہلے ہجری تاریخ کا آغاز یعلیٰ بن امیہ کان باليمن (۱۴)۔ نے کیا، جب وہ یمن میں تھے۔

چوتھی روایت: اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے جب وہ یمن کے گورنر تھے، اپنے ایک خط میں حضرت عمرؓ کی توجہ اس جانب مبذول کرائی تھی، خط کی عبارت یہ تھی:-

انه تاتينا منك كتب ليس لها تاريخ همارے پاس آپ کے جو خطوط آتے ہیں ان پر کوئی تاریخ درج نہیں ہوتی۔ (۱۵)۔

پانچویں روایت: میمون بن مہران کی روایت میں ہے کہ:-

رفع لعمر صك محله شعبان ، فقال اى حضرت عمرؓ کے سامنے ایک چیک لایا گیا، اس پر شعبان شعبان ، الماضى ، او الذى نحن فيه ، او تحریر تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، کون سا شعبان؟ جو گزر گیا ہے الا تسى؟ ضعموا الناس شيئا ، يعرفونه من جو جاری ہے یا جو آنے والا ہے؟ لوگوں کی سہولت کے لئے کوئی نظام طے کرو، تاکہ وہ تاریخ کا صحیح علم رکھیں۔ التاريخ (۱۶)۔

یہ روایت احمد بن حنبل اور ابو عروبہ نے الا وائل میں، بخاری نے الادب المفرد میں اور حاکم نے بھی میمون بن مہران سے نقل کی ہے (۱۷)۔

چھٹی روایت: اس سلسلے کی ایک روایت ابن ابی خيثمة کی ابن سيرين سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے آیا، اس نے بتایا کہ میں نے ایک نئی چیز دیکھی ہے، جسے تاریخ کہا جاتا ہے، اس میں یوں لکھتے ہیں "من عام كذا وبشر كذا" یعنی فلاں سال اور فلاں مہینہ، حضرت عمرؓ نے اسے پسند فرمایا اور اسلامی تقویم، تقویم ہجری کا آغاز فرمادیا (۱۸)۔

اس روایت کو ابو داؤد طیالسی نے بھی نقل کیا ہے (۱۹) اور سخاوی کے ہاں بھی یہ

رہنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان روایتوں پر جن
کا ہے سند و متن اور روایت کے اعتبار سے ایک نظر ڈالتے
ہے لیے آسان ہو سکے۔

رہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آغاز تاریخ کا حکم دیا اور ربیع
ت کو معطل قرار دیا گیا ہے، نیز یہی روایت اس کے برعکس
نقل کی ہے کہ اسلامی تاریخ کا آغاز واقعہ ہجرت سے ہوا، ان
وضوح اور متعین اور تعارض ختم ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ ابن حجر
کہ مشہور اور محفوظ روایت یہ ہے کہ تاریخ کا آغاز حضرت عمرؓ

یہ ذکر ہے کہ اہل نجران کو آنحضور ﷺ نے جو خط تحریر کیا تھا،
نے کا حکم دیا تھا، مگر یہ بات بھی غور طلب ہے کیوں کہ اہل
نجران کتب میں تحریر ہیں ان میں کہیں بھی تاریخ کا ذکر نہیں ہے،
آپ ﷺ کے چھ خطوط مبارکہ دست یاب ہو گئے ہیں، جن
ہیں (۲۳)، یہ تمام خطوط ۵ ہجری کے بعد کے تحریر کردہ ہیں،
ہے، اس بارے میں تفصیلی بحث مضمون کے آخر میں آئے گی۔

احمد کی ہے، اس میں یعلیٰ بن امیہ کے بارے میں ذکر ہے کہ
کا آغاز کیا تھا، اگرچہ یہ روایت سند صحیح کے ساتھ روایت کی گئی
ابن امیہ کے مابعد القطاع ہے۔

پچھٹی روایات معنا قریب تر ہیں، ان میں زیادہ فرق نہیں ہے،
موقع پر جمع ہو گئے ہوں، واللہ اعلم۔

ی تاریخ کے آغاز کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کے مشورے کے بارے
تین اقوال مذکور ہیں، ۱۶ ہجری، ۱۷ ہجری، ۱۸ ہجری (۲۳)

جبکہ علامہ شبلی نعمانی نے "الفاروق" میں ۲۱ ہجری کا قول نقل کیا ہے (۲۵)، ابو موسیٰ اشعری اور
ابن سیرین سے ۱۷ ہجری کا قول نقل کیا گیا ہے (۲۶) اور محمد بن اسحاق نے زہری اور شعبی سے بھی
۱۷ ہجری کا ہی قول نقل کیا ہے (۲۷)، ابن عساکر نے حضرت سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے کہ
بار خلافت سنبھالنے کے ڈھائی برس کے بعد محرم کو حضرت عمرؓ نے اس کا فیصلہ کیا (۲۸)، اس اعتبار
سے بھی ۱۶ ہجری ہی بنتا ہے کیوں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا آغاز ۱۳ ہجری، جمادی الآخر میں ہوا
تھا (۲۹)، یعقوبی نے بھی ۱۶ ہجری کا قول اختیار کیا ہے، وہ ۱۶ ہجری کے واقعات میں لکھتا ہے:-

"اسی زمانے (۱۶ ہجری) میں حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ ضبط کتابت

کے لئے ایک تاریخ قرار دے دی جائے، پہلے انھیں خیال ہوا کہ آنحضرت ﷺ

کی ولادت سے شروع کریں، پھر خیال کیا کہ آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ سے ابتدا کی

جائے، لیکن حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ ہجرت سے آغاز کیا جائے، سو حضرت عمرؓ

نے ان کا مشورہ قبول کرتے ہوئے ہجرت نبویؐ سے اسلامی تقویم کے آغاز کا فیصلہ

فرمادیا" (۳۰)۔

نیز ابن سعد کا بیان ہے:-

"حضرت عمرؓ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے ربیع الاول ۱۶ ہجری سے اسلامی

تقویم کا آغاز کیا، چنانچہ تاریخ لکھنے کے سلسلے کا آغاز انہوں نے نبی کریم ﷺ کے

مکہ سے مدینہ ہجرت فرمانے کے واقعے سے کیا" (۳۱)۔

ان تمام روایات کے تتبع سے بھی یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور

میں ۱۶ ہجری میں اسلامی ہجری تقویم کا آغاز ہوا، واللہ اعلم۔

حضرت عمرؓ کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے حسب عادت صحابہ کرام کو جمع کر کے

اس میں ان کا مشورہ چاہا، مختلف باتیں سامنے آئیں، جس کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے،

مشورے میں ہرمزان کو بھی طلب کیا گیا، وہ ایرانی شہنشاہ کی جانب سے خوزستان کے گورنر تھے

اور مسلمان ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم تھے، حضرت عمرؓ ان سے بھی اہم معاملات میں

مشورے کرتے تھے، ہرمزان نے بتایا کہ ہمارے ہاں ایک حساب موجود ہے جسے ماہ روز کہتے ہیں

اور تاریخ کو اس کا مصدر قرار دیا گیا لیکن بعض دوسرے ایک بڑی جماعت شامل ہے، یہ لفظ عربی الاصل ہے اور "الارخ" بچے کو کہا جاتا ہے، اس کی جمع آراخ اور اراخ آتی ہے، ابو منصور

تھے ہیں اور التاريخ تو قیت کو (۳۲)۔

مدینہ سے اسلامی تقویم کا آغاز کیا جائے، اس بارے میں سے ہجرت کے آغاز تقویم کا فیصلہ ہوا؟ امام محمد بن یوسف نے صورتوں پر اتفاق ہوا اور جن سے آغاز تقویم ہو سکتی تھی وہ ۱۔ باسعادت سے، ۲۔ بعثت مبارکہ سے، ۳۔ ہجرت سے، ۴۔ وفات کے وقت کے بارے میں اس قدر اختلاف ہے اس لئے انہیں چھوڑ دیا گیا، وفات سے اس لئے آغاز تقویم فسوس و صدمے کا باعث تھا، اب صرف ہجرت مدینہ باقی رہ (۳۲)۔

ب سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کو جمع غازی کس واقعے سے کیا جائے تو حضرت علیؓ نے فرمایا:۔
ارضی اس روز سے آغاز کریں جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی اور سرزمین شریک (مکہ مکرمہ) کو چھوڑا تھا۔
قبول کر لی (۳۳)، ابن عساکر نے بھی سعید بن المسیب ریزی نے بھی حضرت سعید بن المسیب کے حوالے سے یہی

بابہ کرام کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ کس روز سے، پس حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس روز سے جس روز تھی اور مکہ کو چھوڑا تھا، سو حضرت عمرؓ نے اسی طرح

یعقوبی کے بیان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ تجویز حضرت علیؓ کی پیش فرمودہ تھی جب کہ ابو نعیم نے شعبی کے طریق سے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے یہ روایت کی ہے کہ یہ تجویز خود حضرت عمرؓ کی تھی اور ان کا استدلال یہ تھا کہ چوں کہ ہجرت مدینہ حق و باطل کے مابین فرق کرنے کا سبب بنی ہے، اس لئے اسی کو تقویم اسلامی کے آغاز کی بنیاد بنایا جائے (۳۷)، ایک خیال کے مطابق یہ تجویز ہرمزان کی طرف سے پیش کی گئی تھی (۳۸)، لیکن عام طور پر حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا نام ہی آتا ہے، ان میں بھی زیادہ تر روایات حضرت علیؓ ہی کے بارے میں ہیں، اس لئے اس تجویز کی نسبت ان ہی کی جانب درست معلوم ہوتی ہے اور حضرت عمرؓ کی جانب اس تجویز کو اس لئے منسوب کر دیا گیا کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی تجویز کی تائید کی تھی اور اس پر عمل درآمد بھی ان ہی کے حکم سے ہوا، واللہ اعلم۔

محرم سے سال کا آغاز پھر یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی تھی اور عربوں کے رواج کے مطابق ان کے سال کا آغاز محرم سے ہوا کرتا تھا، اس لئے علامہ شبلی کی رائے کی مطابق تقریباً سواد و مہینے پیچھے ہٹتے ہوئے حرم الحرام سے سن ہجری کا آغاز کر لیا گیا (۳۹)، دوسری رائے اس مسئلے میں یہ ہے کہ ہجرت کے ارادے اور اس سفر کی منصوبہ بندی کی ابتدا محرم ہی سے ہوئی تھی، کیوں کہ بیعت عقبہ ذی الحجہ کے وسط میں ہوئی تھی (۴۰) اور یہی بیعت ہجرت مدینہ کی تمہید اور نقطہ آغاز تھا اور اس کے بعد پہلا مہینہ محرم ہی تھا (۴۱) اور ابو نعیم کی روایت میں ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ "پھر یہ تجویز پیش ہوئی کہ رمضان سے آغاز ہو یا محرم سے" محرم کو اس لئے قبول کر لیا گیا کہ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد حجاج کی واپسی اسی مہینے میں ہوتی تھی (۴۲)، جب کہ ابن ہیرین سے ابن ابی خنیس نے نقل کیا ہے کہ بعض نے رجب سے آغاز کی تجویز پیش کی تھی اور بعض نے رمضان سے اور بعض نے محرم سے، حضرت عثمانؓ نے فرمایا:۔

ارحوا من السنحرم، لسانہمہرم محرم سے تاریخ کا آغاز کرو گویوں کہ یہ مہینہ شہر حرام حرام، وهو اول السنۃ، و میں سے ہے اور (عرب کے رواج کے مطابق بھی) منصرف الناس من الحج۔ یہ سال کا پہلا مہینہ ہے اور حج سے لوگوں کی واپسی بھی اسی مہینے میں ہوتی ہے (۴۳)۔

اس تجویز کو حضرت عثمانؓ کی جانب منسوب کیا ہے (۳۴)

السنة، بلاشبہ محرم اللہ کا مہینہ ہے، اسی سے سال کا آغاز ہوتا ہے اور بیت اللہ کا خلاف تبدیل کیا جاتا ہے اور اسی سے لوگ تاریخ کا حساب رکھتے ہیں۔

”سن“ میں اور تینٹی نے شعب الایمان میں سورۃ النجر کی روایت فرماتے ہیں:-

(۳۶) والنجر میں فجر سے مراہجرم کی ”فجر“ ہے جس سے سال کا آغاز ہوتا ہے

ال ہے (۳۷)۔

کرام نے ہجرت نبوی ﷺ کو اسلامی تقویم کا نقطہ آغاز قرار بخش نظر رکھا ہے جو اہل قبا کی شان میں وارد ہوا ہے، فرمان

یوم احق البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روز اول سے ہی تقوے پہ رکھی گئی ہے، اس لائق ہے کہ آپؐ اس میں (نماز کی غرض سے) کھڑے ہوں۔

ہے کہ اس آیت میں ”اول یوم“ سے مطلق یوم مراد ہے نہیں مضمون کی طرف مضاف ہے اور وہ اول روز وہی ہو سکتا ہے ﷺ نے امن و اطمینان کی حالت میں اپنے پروردگار کی عبادت ہی ہوئی تھی، اس امر سے صحابہ کرام کی رائے ان روز سے موافق ہوئی اور ہم نے صحابہ کرام کی رائے سے یہ سمجھا کہ اول اول مراد ہے (۳۸)، لیکن ابن حجر کے بقول اس سے مجتہد مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے داخلے کا روز اول ہے (۳۹) اور

زرقانی نے ابن منیر کے حوالے سے پہلی کی توضیح کو تکلف و تعسف قرار دیا ہے (۵۰)۔

نتیجہ گفتگو یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر عربوں کے ہاں بھی سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا تھا، اس لئے اسلامی تقویم کے لئے بھی اسی کو اختیار کیا گیا اور یہ مشورہ حضرت عثمانؓ یا حضرت عمرؓ نے دیا، اگرچہ اس کی وجوہات اور بھی ہیں، جیسا کہ بیان ہوا۔

تقویم اسلامی کے نفاذ میں تاخیر کی وجوہ

تقویم اور کلینڈر کی عام انسانی ضرورت کے پیش نظر چاہئے تو یہ تھا کہ اسلامی تقویم کا آغاز اسی وقت ہو جاتا جب مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی تھی، لیکن آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں تو اور دوسری نوعیت کی مصروفیات ہی اس قدر رہیں کہ اس جانب توجہ ہی نہیں دی جاسکی اور پھر چونکہ اس وقت اسلامی سلطنت کا بالکل آغاز تھا، اس لئے غالباً ایسی فوری کوئی ضرورت بھی سامنے نہیں آئی جو مسلمانوں کو اس مسئلے پر غور و فکر پر آمادہ کرتی، آپ ﷺ کے بعد خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق کا عہد مبارک آیا، یہ دور مدت میں کم ہونے کے ساتھ ساتھ لا تعداد اندرونی سازشوں اور بیرونی شورشوں میں گھرا ہوا تھا، جن سے عہد ابراہیم صدیق اکبرؓ کا کام تھا، وہ ان کی جانب متوجہ رہے اور یہ اہم کام فوری ضرورت نہ ہونے کے سبب ان کی ترجیحات میں نہ آسکا۔

پھر جب خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کا دور مبارک آیا تو اس وقت ایک تو سابقہ تمام رکاوٹیں بھی دور ہو چکی تھیں، دوسرے پھیلتی ہوئی سلطنت کے ساتھ حکومتی اور انتظامی امور بھی وسعت اختیار کر چکے تھے اور ہر شعبے میں اصلاحات، ترقیاتی کام اور تعمیراتی مہمیں عروج پر تھیں، اس بنا پر ایک تقویم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس طرح تقویم اسلامی کا آغاز ہوا اور یہ افضلیت و شرف بھی ان ہی کے حصے میں آیا (۵۱)، جیسا کہ ایک روایت بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے فرمایا کہ مال بہت زیادہ ہونے لگا ہے اور ہماری تقسیم کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، آخر اس کو ٹھیک ٹھیک یاد رکھنے کی کیا تدبیر کی جائے (۵۲)، اس کے بعد مشورے سے یہ طے پایا۔

تقویم اسلامی کی خصوصیات

آخر میں اسلامی ہجری قمری تقویم کا دیگر تقویہوں سے تقابل کرتے ہوئے اس کے امتیازات اور خصوصیات بیان کئے جاتے ہیں، یہ خصوصیات ذیل ہیں:-

(الف) اسلامی تقویم کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ آغاز سے اب تک یہ اپنی مجوزہ

تہذیبی واقع نہیں ہوئی، چوں کہ یہ شرعی اور دینی تقویم ہے، اس شر کو حاصل نہیں، یہ خصوصیت غالباً دنیا کی کسی دوسری مروجہ تقویم

ہے کہ متداول ہونے اور استعمال کے لحاظ سے بھی تقویم قدیم ہے، اگرچہ وہ سنین اپنے اعداد کے اعتبار سے ہجری تقویم، مثال کے طور پر ذیل کی صورتوں پر غور کیجئے:-

بق ۱۶ جولائی ۵۳۵ جولین بنتا ہے، اس طرح جولین ہیریڈس پہلے کا معلوم ہوتا ہے، حالانکہ یہ تقویم حقیقت میں سن ہجری ہوتی ہے۔

۲۔ آب ۳۸۲ ہجری تھا، اس طرح بظاہر یہ سن ہجری سے لاکھ ۱۵۸۲ء میں وضع ہوا ہے۔

۳۔ ۳۷۳ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر مغربی مورخین کی چوتھی صدی عیسوی میں وضع کیا گیا تھا، یعنی اپنے حساب سے آغاز ہوا تھا۔

۴۔ ۹۳۲ سال پہلے کا ہے، مگر اپنی موجودہ ہیئت میں نوزائیدہ ایک قمری مہینوں پر چلتا رہا ہے، بعد میں اسے شمسی مہینوں میں

بق ۱۱ مہرم ۱۱ ہجری کو ۲۶ رساوں سمیت ۶۷۹ تھا، اس لئے ۶۷۹ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر ہندو اور مغربی محققین کی ۸ برسہ سے ہوا ہے، اس طرح یہ سن ہجری کے ۲۲۵ سال

بخصوصیت یہ ہے کہ یہ تقویم کسی خاص شخصیت سے وابستہ اس کا تعلق ہے جو پورے مذہب اسلام کے حوالے سے اپنی

اہمیت رکھتا ہے، یوں اس کی بنیاد روحانی بھی ہے، یہ خصوصیت رائج الوقت دیگر تقاویم میں نہیں ہے، بیرونی آثار الباقیہ میں لکھتا ہے:-

”قوموں کا طریقہ اس بارے میں یہ رہا ہے کہ بائیان حکومت و مذاہب کی پیدائش، ہادشاہوں کی تخت نشینی، انبیاء کی بعثت، ملکوں کی فتح و تسخیر، سلطنت کے انقلاب و انتقال اور حوادث مظہر ارضیہ سے تواریخ سنین کی ابتدا کیا کرتے ہیں“ (۵۵)۔

چنانچہ ایسے بہت سے سنین جو اس دور میں رائج تھے یا آج موجود ہیں، وہ کسی نہ کسی شخصی واقعے کی طرف منسوب ہیں، مثلاً:-

۱۔ بابلی سن بخت نصر اول کی پیدائش کے وقت سے شروع کیا گیا تھا۔ ۲۔ یہودی سن کا مصر سے خروج کے واقعے سے آغاز ہوتا ہے۔ ۳۔ سن عیسوی حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی طرف منسوب ہے۔ ۴۔ رومی سن پہلے پہلے سکندر اعظم کی پیدائش سے اور پھر آگستس کی پیدائش سے شروع ہوا۔ ۵۔ ہندوستانی سن راجہ بکرماجیت کی پیدائش سے شروع کیا گیا تھا۔ ۶۔ ایرانیوں میں بھی جس قدر سن رائج ہوئے ان سب کی ابتدا پیدائش، تخت نشینی اور کسی ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں انتقال حکومت کے واقعے سے ہوتی ہے اور اس رسم کے بانی اور مؤسس بھی ایرانی ہی ہیں کہ ہر بادشاہ گذشتہ سن منسوخ کر کے اپنی تخت نشینی کا نیا سن جاری کرے اور اسے سن جلوس کہا جائے (۵۶)، ۷۔ جب کہ عربوں میں لکھنے پڑھنے کا کوئی خاص رواج نہ ہونے کی وجہ سے ان کا خاص سن نہیں تھا، بلکہ وہ مخصوص واقعات کے اعتبار سے اپنے سالوں کا حساب رکھا کرتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ کی ولادت سے قریب کے زمانے میں اہل عرب کا مملہ عرب کا خاص واقعہ تھا، اس کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے ہاں عام الفیل رائج تھا، اس کی کچھ تفصیل پہلے گزری ہے۔

(د) اس ہجری قمری تقویم میں ہفتے کا آغاز جمعہ المبارک سے ہوتا ہے (۵۷)۔

(ه) ہجری تقویم میں شرک، نجوم پرستی یا بت پرستی وغیرہ کا شائبہ تک نہیں ہے، اس کے

مہینوں اور دنوں کے ناموں کو کسی دیوی یا دیوتا سے کوئی نسبت نہیں (۵۸)۔

(و) سابقہ شریعتوں میں بھی دینی مقاصد کے لئے یہی قمری تقویم رائج تھی، بعد میں

لوگوں نے اس میں تحریف اور ترمیم کرتے ہوئے اسے قمریہ شمسی یا صرف شمسی تقویم میں بدل ڈالا،

اللہ ہر طرح کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے (۵۹)۔

نصاری نجران کی جو روایت سخاوی کے حوالے سے پہلے بیان ہوئی
ثبت لیکن عمرؓ متبھا لامبتکرا (۶۰) یعنی اگر یہ بات ثابت
میں نے خود فرمایا تھا تو حضرت عمرؓ تقویم ہجری کے سلسلے میں
ہوں گے، اس کے بانی و موجد نہیں، اس سے بعض حضرات کو (۶۱)
تقویم ہجری کا آغاز نہیں کیا تھا بلکہ اس کا آغاز آپ ﷺ کے
شاہد کی رو سے یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی کیوں کہ اکثر
ان کی روایت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرنا درست نہیں، اس سلسلے میں
ہے:-

یہ ہے، ساری نجران کو جب آنحضرت ﷺ نے خط لکھا تو اس
م دیا تھا، غور طلب بات یہ ہے کہ اہل نجران کے نام آپ ﷺ
سج کی کتابوں میں موجود ہیں (۶۲)، ان میں کسی میں بھی کوئی
تعلق رکھنے والی ہر بات اور ہر چیز کی صحابہ کرام اور بعد
تاکہ ہے، اس کے پیش نظر یہ باور کرنا ممکن نہیں کہ انہوں نے

ری اور اس کے بعد مختلف سلاطین کو دعوتی خطوط تحریر فرمائے تھے،
مل حالت میں محفوظ ہیں اور ان کے عکس متعدد کتب میں شائع
کوئی تاریخ درج نہیں ہے، حالانکہ نصاری نجران کو آپ ﷺ
تمام (۶۳)، اس اعتبار سے بعد کے تمام خطوط میں تاریخ درج

نے والوں نے سخاوی کے جس قول کو دلیل بنایا ہے وہ خود اس
دیتے بلکہ صرف روایت ذکر کر کے یہ کہتے ہیں: فسان ثبت
تو حضرت عمرؓ کو حضور اکرم ﷺ کا تتبع قرار دیا جائے گا

لیکن دیگر روایات سے یہ بات ثابت نہیں ہے۔

۴۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اگر یہ معاملہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں
طے ہو گیا تھا تو پھر حضرت عمرؓ نے کس بارے میں مشورہ کیا تھا، جس کے متعلق روایات بالکل واضح
اور اس کثرت سے ہیں کہ ان کے مقابلے میں کسی شاذ یا نئی روایت کو ترجیح دینا ممکن نہیں۔

۵۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے:-

”نبی کریم ﷺ کے مدینے آنے تک وہاں تاریخ کا دستور نہ تھا، چنانچہ وہ
آپ ﷺ کی تشریف آوری سے ایک مہینہ، دو مہینے شمار کرنے لگے اور ان کا یہی چلن
رہا تا آنکہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ اور عمر کی خلافت کے چار سال بھی یوں ہی گزرے۔
اس کے بعد تاریخ وضع کی گئی“ (۶۵)۔

اس کی روشنی میں بھی نجران کے نصاری کی روایت مروجہ ٹھہرتی ہے۔

۶۔ امام احمد، بخاری، ابن عساکر، ابن سیرین، حاکم، سعید بن المسیب، ابن حجر وغیرہ کی
روایات اور ذاتی آراء (۶۶) سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ سلسلہ تقویم اسلامی کے موسس
حضرت عمرؓ ہیں، ان ہی کے عہد مبارک میں صحابہ کرام کے مشورے سے یہ تقویم وضع کی گئی۔

ان نکات کی روشنی میں اس بارے میں نصاری نجران والی روایت پر کوئی اعتقاد نہیں کیا جاسکتا۔

خلاصہ بحث | اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی اور عہد مبارک میں

ضرورت نہ ہونے کے سبب اسلامی تقویم کا آغاز نہ ہوسکا، آپ ﷺ کے بعد عہد صدیق اکبرؓ
کے مختصر ایام میں بھی گونا گوں مشکلات اور مہمات کے سبب اس جانب توجہ نہ دی جاسکی، البتہ عہد
فاروق اعظمؓ میں جب ضرورتیں بڑھیں اور اسلامی ریاست وسیع ہوئی تو حضرت عمرؓ فاروق کی توجہ
اس جانب مبذول ہوئی، انہوں نے صحابہ کرام کے مشورے اور حضرت علیؓ کی رائے سے ہجرت
نبوی ﷺ کو اسلامی تقویم کا آغاز قرار دے کر اس سے اسلامی سال کا آغاز کیا، پھر چوں کہ ہجرت
مدینہ ربیع الاول میں ہوئی تھی اور عربوں کا سال محرم سے شروع ہوتا تھا، اس لئے حضرت عثمانؓ
کے مشورے سے محرم سے اسلامی سال کا آغاز ہوا اور یکم محرم الحرام ۱ھ ہجری مطابق ۱۶ جولائی
۶۲۲ء - ۱۶ جولائی ۵۳۳ھ جولین، ۳ ربیع الثانی، ۳۳۸۲ھ، ۲۶ رساون، ۶۷۹ھ سمیت کو ہجری

یا (۶۷)، جب کہ ہجری تقویم کا باقاعدہ آغاز اور پہلی مرتبہ استعمال عہد
ری ۱۷۷۱ء مطابق ۱۲ جولائی ۱۷۳۸ء کو ہوا (۶۸) واللہ اعلم بصوابہ
واللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ رحمت ترتیب مولانا غلام رسول مہر شیخ غلام علی ایندلسی، لاہور ۲۰۳
۲۔ السنن السخاوی والاعلان بالتبلیغ زاد و تزجد ڈاکٹر سید محمد یوسف، مرکزی اردو
۳۔ (۳) ایضاً (۴) ایضاً ۱۷۶ (۵) شاہ مصباح الدین ثکلیل سیرت
کراچی ۱۹۹۶ء ج ۲ ص ۵۶ (۶) الاعلان ص ۱۷۴ (۷) ابو جعفر محمد بن جریر
لوک بیروت ج ۲ ص ۳۸۸ ابن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ فتح الباری
۳۳۱، محمد بن عبد الباقی الزرقانی شرح المواہب اللدنیہ ردار المعرفہ، بیروت،
ص ۱۵۱ الشامی رسل الہدی والرشاد ردار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۳ء
الکتانی نظام الحکومت النبویہ المسماة التراتب الاداریہ ردار الکتب العربیہ،
صبح الاعشی، بیروت ج ۶ ص ۲۴۰ (۱۰) ابن حجر فتح الباری ج ۷ ص
سلسلہ دو یا اس سے زیادہ راوی موجود ہوں (۱۱) رسل الہدی والرشاد ج
ج ۲ ص ۳۸۸ (۱۲) التراتب الاداریہ ص ۱۸۱، اس بارے میں موصوف
ریخ میں مفصل بحث کی ہے، دیکھئے التراتب محولہ بالا، رسل الہدی والرشاد ج
فتح الباری ص ۳۳۲، ابوالفداء اسماعیل بن کثیر، م ۷۷۷ھ رالہدایہ والنہایہ
ج ۳ ص ۲۱۷، یہ روایت تلاش بسیار کے باوجود راقم کو مسند احمد میں نہیں
اس کے الفاظ نقل کئے ہیں، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم المستدرک
۱۹۸۵ء ج ۳ ص ۴۷۹، رقم ۵۷۹۰/۱۳۸۸ (۱۵) ڈاکٹر حمید اللہ الوثائق
۱۹۸۵ء ص ۵۲۱، رقم الوشیحہ ۳۶۸ (۱۶) ابن حجر ص ۳۳۲، رسل الہدی
(۱۷) الاعلان ایضاً ابوالیقظان نے بھی حضرت عمرؓ سے اس طرح نقل کیا ہے،

دیکھئے الاعلان محولہ بالا و رسل الہدی والرشاد رنحو۔ بالا (۱۸) ابن حجر ص ۳۳۲، رسل الہدی والرشاد، محولہ
بالا (۱۹) ابن کثیر رالہدایہ ج ۳ ص ۲۱۷ (۲۰) الاعلان ص ۱۷۱ (۲۱) ابن حجر فتح الباری ص ۳۳۱ و
طبری ج ۲ ص ۳۸۸ و سخاوی رالاعلان ص ۱۶۸ (۲۲) ان خطوط کے لئے ملاحظہ کیجئے رڈاکٹر حمید اللہ
الوثائق السیاسیہ ص ۱۸۰ تا ۱۶۵ (۲۳) ان خطوط مبارکہ کے عکس کے لئے ملاحظہ کیجئے رسید فضل الرحمن
خطوط بادئ اعظم ﷺ، رزوارا کینڈی جلی کیشنز، کراچی (۲۴) ابن کثیر رالہدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۱۶
(۲۵) شبلی نعمانی رالفاروق ص ۳۶۰ (۲۶) زرقانی ج ۱ ص ۳۵۲ (۲۷) ابن کثیر ج ۳ ص ۲۱۶
۳۱۷ و شامی رسل الہدی والرشاد ج ۱۲ ص ۳۷ (۲۸) شامی ایضاً ص ۳۸ (۲۹) ابن کثیر رالہدایہ
النہایہ ج ۸ ص ۱۸ (۳۰) احمد بن ابی یعقوب رتاریخ یعقوبی ردار صادر، بیروت ج ۲ ص ۱۳۵ (۳۱)
محمد بن سعد الطبقات الکبریٰ ردار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۷ء ج ۳ ص ۲۱۳ (۳۲) شامی ص ۴۱
(۳۳) ابن حجر فتح الباری ج ۷ ص ۳۳۲، الاعلان ص ۱۶۹ (۳۴) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم
المستدرک علی الصحیحین ردار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۰ء ج ۳ ص ۱۵، رقم ۳۱۲۸/۳۱، ذہبی نے اس
روایت کی موافقت کی ہے اور اسے ”صحیح“ کہا ہے (۳۵) شبلی نعمانی رالفاروق ص ۳۶۰ (۳۶) مقریزی
امتاع الاسماع ج ۲ ص ۵۶ طبع ثانی مصر (۳۷) زرقانی ج ۱ ص ۳۵۲ و ابن حجر فتح الباری ج ۷ ص
۳۳۲ (۳۸) یہ خیال اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب کے مقالہ نگار نے ظاہر کیا ہے، مگر اس کی
تائید کسی دوسری کتاب اور مورخ کے قول سے نہیں ہوئی، دیکھئے ج ۶ ص ۳۹ (۳۹) شبلی نعمانی رالفاروق ص
۳۶۰ (۴۰) ابن ہشام السیرۃ النبویہ ردار المعرفہ بیروت، ۱۹۷۸ء ج ۲ ص ۱۸۷ (۴۱) شامی ص ۳۸
زرقانی ص ۳۵۲ (۴۲) شامی ص ۳۷ (۴۳) ابن حجر فتح الباری ج ۷ ص ۳۷۲ و الاعلان ص
۱۷۲ (۴۴) قاضی محمد سلیمان سلیمان منہار پوری ررحمۃ اللعالمین شیخ غلام علی ایندلسی، لاہور ۱۹۷۳ء ج ۲
ص ۲۵۱ (۴۵) ابن کثیر رالہدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۱۷ (۴۶) ابوالفضل شہاب الدین سید محمود الوسی
بغدادی رروح المعانی ردار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۸۵ء ج ۳ ص ۱۱۹ (۴۷) قاضی ثناء اللہ
عثمانی پانی پتی، م ۱۳۲۵ھ رتفسیر مظہری ردارہ اشاعت العلوم ندوۃ المصنفین، دہلی ج ۱ ص ۲۵۳
(۴۸) عبد الرحمن بن عبد اللہ السہیلی الروض الانف ردار المعرفہ بیروت ۱۹۷۸ء ج ۲ ص ۲۴۶
(۴۹) ابن حجر فتح الباری ج ۷ ص ۳۳۱ (۵۰) زرقانی ج ۱ ص ۳۵۲ (۵۱) سید فضل الرحمن رہادی

کراچی ۲۰۰۰ء راج ۳۲۲-۳۲۳ (۵۲) الاعلان رص ۱۴۳
 یہ توقیتی تضادات کا جائزہ مشمولہ ششماہی السیرہ عالمی مدیر سید فضل
 رشاہد، جون ۱۹۹۹ء رص ۱۶۹ (۵۲) سلیمان منصور پوری رحمۃ
 الکلام آزاد رسول رحمت رص ۲۰۷ (۵۶) رحمۃ للعالمین رص ۳۵۱
 مارہ رص ۱۶۹ (۵۸) ایضاً (۵۹) ایضاً رص ۱۷۵ (۶۰) الکتانی ر
 جلد ۱: Journal of Islamic Studies, Karachi
 University. / Editor in Chief Prof. Dr. Abdul
 M. Tahir Mallick. / The Hijra Calendar
 ڈاکٹر حمید اللہ الوائلی السیاسیہ رص ۱۸۰ تا ۱۶۵ (۶۳) ملاحظہ کیجئے
 الاعلان رص ۱۴۳ (۶۶) ابن حجر رفتح الباری رص ۳۴۱-
 (۶۷) اردو دائرۃ معارف اسلامیہ راج ۲۳ رص ۱۲۳ (۶۸) رحمۃ
 معارف اسلامیہ بحوالہ بالا۔

☆☆☆☆

ہاوردہلی میں دارالمصنفین
 کی

طبوعات ملنے کے پتے

خ، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ۔

ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ۔

ن والی کوٹھی دودھ پور، علی گڑھ۔

منز، اعظمی پارٹمنٹ، فلیٹ نمبر 10-11، ابوالفضل

نئی دہلی - 110025

ابان لاحقی اور اس کی شاعری

مترجمہ: مولوی حافظ ضیاء الرحمن اصلاحی ☆

ابان لاحقی ایک نظم گو شاعر کی حیثیت سے معروف ہے، اس کے دور میں نظم گوئی کو بڑی
 شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی، اس کا ایک بڑا کارنامہ بنی برک کے لئے کلیلہ و دمنہ کا عمدہ منظوم
 ترجمہ ہے کہا جاتا ہے کہ ہر وہ منشور کتاب جو منظوم کی گئی اس کی اصل عبارت نظم کے مقابلہ میں
 زیادہ فصیح ہے بہ جزہ کلیلہ و دمنہ کے اس منظوم ترجمہ کے۔

ابن المعتر نے جو خود شاعر و نقاد تھا، ابان کو ابونواس جیسے اعلا درجہ کے شاعر پر ترجیح دی
 ہے، مگر افسوس ہے کہ ایسے بلند پایہ نظم گو شاعر کی جانب عام تذکرہ نویسوں نے بہت کم اعتنا کیا
 ہے، اس لئے اس مضمون میں اس کے حالات و سوانح اور شاعری پر بحث و گفتگو کی جائے گی۔

مصادر | ہمیں ابان کا ذکر سب سے پہلے جاحظ کی شہرہ آفاق کتابوں کتاب الحیوان اور البیان
 والتبیین میں ملتا ہے، کتاب الحیوان میں جاحظ نے اس کو مزاح کا شاعر لکھا ہے اور البیان میں اس
 کے شعری محاسن پر گفتگو کرتے ہوئے اس کو یحییٰ بن نوفل، سلم الحاسر اور خلف بن خلیفہ سے بلند
 پایہ قرار دیا ہے۔

جاحظ کے بعد ابن المعتر کی طبقات الشعرا میں ابان کا تذکرہ ملتا ہے، اس سے ابونواس
 کے ساتھ ابان کے سوانح کے بعض پہلو بھی سامنے آتے ہیں اور یہی متاخرین ادبا کا اصل ماخذ
 ہے، تیسری صدی ہجری کی ان کتابوں کے بعد چوتھی صدی ہجری کی مندرجہ ذیل پانچ اہم
 کتابوں میں ابان کا تذکرہ ہے۔

☆ شعبہ تصحیح و کتب خانہ دارالمصنفین، شبلی اکیدی، اعظم گڑھ

نورید لابن عبد ربہ (م ۳۲۸ھ): اس میں ابان کے مختصر سوانح

والکتاب للجہشیاری (م ۳۳۰ھ): اس میں ابان کا بہت

ق للصولی (م ۳۵۵ھ): یہ کتاب ابان کے بیشتر اشعار پر

نکات میں اس کے سوانح مذکور ہیں، اس لحاظ سے یہ کتاب ابان

للاصفہانی (م ۳۵۶ھ): اس میں ابان کے تذکرہ کا زیادہ تر

البتہ کچھ اشعار کی تخریج بھی کاوش سے کی گئی ہے۔

ست لابن الندیم (م ۳۸۰ھ) ندیم نے ابان کی نظموں اور ان

کے دو اہم مصنفین ابن رشیق (م ۳۵۶ھ) اور خطیب بغدادی

الابار (م ۶۵۸ھ) نے "اعتاب الکتاب" میں، آٹھویں صدی

"الوفانی بالوفیات" میں اور نویں صدی ہجری میں ابن تغری بردی

اور بغدادی (۱۰۹۳ھ) نے "خزانۃ الادب" میں ابان کے

حالات میں اہمیت کی حامل ہیں، گو جاہظ کو ابان کے پہلے سوانح

اس کے تمام تذکرہ نگاروں میں مشمولات کی جامعیت کے لحاظ

موضوع پر قدما اور متاخرین کی تصنیفات میں ابان کے کسی دیوان

کا تذکرہ نہیں ملتا۔

ابن ندیم نے الفہرست میں لکھا ہے کہ اس کے اکثر اشعار مثنوی اور مخمس کی شکل میں تھے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تغزل سے زیادہ اس کی طبیعت کا رجحان نظم گوئی کی جانب تھا، اس لئے اس کی نظموں کی تعداد کا زیادہ ہونا خلاف توقع نہیں ہے، اس خیال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کلید و دمنہ کا منظوم ترجمہ ۱۴ ہزار اشعار پر مشتمل ہے، اس کا ایک قصیدہ "ذات الحلل" کے نام سے ہے، جو غلطی سے ابو العتیبہ کی جانب منسوب ہو گیا ہے، علاوہ ازیں ایک قصیدہ میں روزہ کے فضائل منظوم کئے ہیں اور ایک قصیدہ میں نوشیرواں اور ارد شیر کی منظوم سوانح لکھی ہے، ان کے علاوہ چند اور منظوم کتابیں اس کی جانب منسوب ہیں مثلاً بلوہ ہر بوذاصف، کتاب الرسائل اور کتاب حکم الہند وغیرہ۔

گو اس سے ابان کے منظومات کی کثرت کا ثبوت ملتا ہے، لیکن ان کا اکثر حصہ ضائع ہو چکا ہے، اس وقت منظوم کلید و دمنہ کے صرف ۷۶، قصیدہ ذات الحلل کے پانچ اور قصیدہ صوم کے ۱۲ اشعار دستیاب ہیں۔

ابان کی غزلیں یوں بھی بہت کم ہیں، چنانچہ کتاب الاوراق میں بعض جگہ چند متفرق اشعار مذکور ہیں، مستشرق جیمس ہارڈن نے خاص اس کی غزلوں پر ایک کتاب لکھی ہے اور اس موضوع پر بیروت سے بھی اس کی کئی مطبوعات منظر عام پر آئیں لیکن یہ کتابیں مزید تحقیق و جستجو سے لکھے جانے کے لائق ہیں، حال ہی میں ابان کے اشعار مطبعہ نازک ساہیارد نے ایک کتاب (فی فلک ابی نواس) میں شائع کئے ہیں، لیکن اخذ و استفادہ کے اصول پر پوری نہ اترنے کی وجہ سے یہ کتاب مقبول نہیں ہو سکی۔

خاندان و نسب نامہ | صولی نے ابان کا سلسلہ نسب یہ لکھا ہے، ابان بن عبد الحمید بن لائق بن عفر، عفر کا نام اصفہانی نے عفر لکھا ہے اور متاخرین کی بھی یہی رائے ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "عفر" کتابت کی غلطی ہے، وہ بنور قاش کے غلام تھے۔

تجرب ہے کہ صاحب کشف الظنون نے ابان کو بغدادی الاصل رقاشی شاعر لکھا ہے، حالاں کہ متقدمین نے یہ تصریح کر دی ہے کہ وہ بصرہ میں پیدا ہوا تھا اور بعد میں بغداد میں سکونت

سے نسبت ولاء رکھتا تھا، سبارقاشی نہیں تھا۔

اس یہ صراحت موجود ہے کہ ابان کے دادا لائق، والد عبد الحمید اور اس کے سب شاعر تھے، صولی نے ان میں سے چند کا مختصر حال لکھا ہے۔
کی نسبت سے لائق کہلاتا تھا۔

دوست متعین طور پر معلوم نہیں ہو سکا، ہمارے علم کے مطابق وہ بصرہ میں مقیم رہا، بصرہ میں قیام کے دوران وہاں کے اوباشوں کی مصاحبت خداداد آیا تو یحییٰ بن خالد بن برمک، جو کہ ہارون رشید کا وزیر تھا، کا یحییٰ کے لئے کلیلہ وومنہ منظوم کی تاکہ وہ یہ آسانی اس کو حفظ کر سکے، نے دس ہزار دینار انعام دیا، یحییٰ نے ابان کو اس کام پر بھی مامور کیا آل برمک کی تعریف میں کہے گئے قصائد کو ملاحظہ کرے اور باقی سے یحییٰ نے ابان کے لئے دواوین بھی فراہم کئے تھے۔

کی تصریح کے مطابق ابان کا سن وفات ۲۰۰ھ ہے جب کہ صاحب ماہ ہے۔

ابو نواس کا بیان ہے کہ ابان نے جب شعر گوئی کا آغاز کیا تو یقان، یونس بن ہارون، علی بن خلیل، یزید بن فیض، جمیل بن محفوظ، باب جیسے آوارہ گرد شعراء سے اس کی مصاحبت رہتی تھی، عجز کا کہنا ب سے زیادہ لبو و لعب کا دل دادہ تھا، اس نے شہنشاہ روم کے لئے جو تنقیص میں ایک کتاب بھی لکھی تھی مگر ابان کا تعلق ان شعراء سے م جب اس نے شعرا کے دواوین کی تہذیب و تنقیح کی ذمہ داری قبول استوار ہو گیا تھا۔

کے دوران جن شعراء سے ابان کے تعلقات رہے ان میں ایک شاعر جعفر بن منصور جب بصرہ کا والی مقرر ہوا تو معذل اس کے ساتھ کے تعلقات اسی زمانے میں قائم ہوئے، یہ دونوں عرصے تک ایک

دوسرے کی جھوکتے رہے، سب سے قبیح جھوٹو معذل نے ابان کی کی ہے وہ یہ ہے:

رأيت أبانا يوم فطر مصليا **فقسم فكري واستغفني الطرب**

میں نے ابان کو عید الفطر کی نماز پڑھتے دیکھا، یہ دیکھ کر میرے خیالات منتشر ہو گئے اور میں سراپید ہو گیا۔

وكيف يصلي مظلّم القلب دينه **على دين مان إن ذاك من العجب**

ایک دین بے زار اور سیاہ قلب جس کا مانوی فرقہ سے تعلق ہے آخر کیسے نماز پڑھ رہا ہے یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے

ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فرقہ مانویہ سے تعلق رکھتا تھا اور صحیح العقیدہ نہ تھا، جب

کہ بعض لوگ ان اشعار کو شاعرانہ شوخی یا لطف و تفریح پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا تعلق انتقاد سے نہیں ہے۔

ابان کا ایک اور شاعر دوست ابو النضر تھا، یہ دونوں بھی ایک دوسرے کی جھوکتے تھے،

نضیر کی جھوٹو محفوظ نہیں ہے، البتہ ابان نے اس کی جھوٹا طرح کی ہے:

إذ قامت بو اكيك **وقد هتكن استارك**

جب تجھ پر نوچ کرنے والیاں کھڑی ہوں گی اس حال میں کہ وہ تیرے پردہ کو چاک کریں گی۔

أيشنين على قبر **ك أم يلعن احجارك**

ایا وہ تیری قبر کی تعریف کر رہی ہوں گی یا تیری قبر کے پتھروں پر لعنت کر رہی ہوں گی۔

وما تترك في الدنيا **إذا زرت غدا نارك**

تو نے دنیا میں چھوڑا کیا ہے جب تو کل اپنی جہنم کو دیکھے گا۔

تدري في سقرا المثوى **وابليس غدا جارك**

تو قعر جہنم میں نظر آئے گا اور ابلیس تیرا پڑوسی ہوگا۔

ابان کے دوست شعراء میں ابن منذر سے اس کو کافی لگاؤ تھا، اس نے ازرا و مذاق اس

سے کہا: ”تم تو مرثیے کے شاعر ہو، مگر میرا مرثیہ نہ کہنا۔“

مروان بن ابی حفصہ کو ابان سے حسد تھا، مروان نے اپنے ایک دوست سے

ہارون رشید کی بے توجہی اور انعام و نوازش میں کمی کی شکایت کی تو اس نے کہا تمہارا برا ہو،

رشید کی عنایات کے باوجود تم اس کے شاکی ہو، مروان نے کہا تمہیں میری شکایت پر تعجب

ن رشید سے جتنا صلہ ملا، ابان نے صرف ایک قصیدہ لکھ کر اس

مداچی اور خوش آمدانہ اشعار کہنے کا عادی نہ تھا تاہم کبھی کبھی اس بھی تملق اور خوش آمد کا رنگ آجاتا تھا، کہا جاتا ہے کہ ابان روڈگی کا ذکر کیا کہ رشید عام شعر پر بے دریغ انعامات کی بارش میں اثر و رسوخ اور قدر و منزلت رکھنے کے باوجود اس تنگ فضل بن یحییٰ نے کہا اگر تم مروان کا طریقہ اختیار کرو تو میں لوں گا اور تم اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاؤ گے، ابان نے

نے کی وجہ سے مروان مسئلہ خلافت میں عباسیوں کا حامی دیتا ہے کہ وہ مروان کے اس موقف کا مخالف تھا، لیکن ابان تے ہیں:

اسلما اعم بما قد قلته العجم والعرب

واسطہ بتا ہوں عام اس سے کہ وہ عجم ہوں یا عرب۔

الیہ أم ابن العم فی رتبة النسب

پر نبی سے زیادہ قریب ترین یا نبی کے چچا زاد بھائی (حضرت علیؓ)

ومن ذالہ حق التدریث بما وجب

ت کا زیادہ مستحق ہے اور کس کو آپ کی میراث کا حق پہنچتا ہے۔

وکان علی بعد ذاک علی سبب

ن کا حق حضرت علیؓ سے بڑھ کر ہے۔

کما العم لابن العم فی الارث قد حجب

نس طرح چچا کی موجودگی میں بھتیجا میراث سے محجوب ہو جاتا ہے۔

یودہ اشعار نقل کئے ہیں اور ان سے بد ظاہر یہ معلوم ہوتا

ہے کہ خلافت کے معاملہ میں وہ بنو عباس کے استحقاق کو درست سمجھتا تھا، لیکن ابان کا اصل نقطہ نظر یہ نہ تھا، چنانچہ وہ اپنے حقیقی موقف کے اظہار کے لئے اشارہ و کنایہ کا سہارا لیتا تھا، یہ قصیدہ فضل بن یحییٰ کی تحریک پر لکھا گیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ابان کو دربار شاہی میں مردان جیسی قدر و منزلت حاصل ہو مگر ابان اسے سخت ناپسند کرتا تھا، برا مکہ نے ابان کو اس قدر نوازاتھا کہ وہ تمام شعرائے عصر کا محسود بن گیا، جن میں دربار رشیدی کا شاعر ابن ابی حفصہ بھی تھا، ابان اس کی ہم نوائی محض اس لئے کرتا تھا کہ اگر بنو عباس اس کے حقیقی موقف سے آگاہ ہو گئے تو وہ خلیفہ کے دربار میں معتبوب قرار پائے گا۔

ابونواس کی ابان سے واقفیت کی ابتدا کب ہوئی اس کا علم نہیں، تاہم دونوں کی شناسائی قدیم ہے، غالب گمان یہ ہے کہ بصرہ کے دوران قیام یہ دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوں گے، ابونواس ہی نے ابان اور اس کے بے کاروبے پروا، سرمست اور غیر ذمہ دار ساتھیوں کو اپنے ایک جویہ قصیدے میں عصابۃ المجان (ادباشوں کا گروہ) سے موسوم کیا ہے، کہتا ہے:

یرید ان یتسوی بالعبصۃ المجان

وہ چاہتا ہے کہ ادباشوں کے جتنے کی ہم سری کرے۔

دونوں کے بغداد و منتقل ہونے تک دونوں کے تعلقات اسی انداز کے تھے، ابن المعتز کا بیان ہے کہ یحییٰ بن خالد نے کلیلہ و دمنہ کو منظوم کرنے کے لئے پہلے ابونواس کا انتخاب کیا تھا، جب ابان کو اس کی خبر ہوئی تو خیر خواہانہ ابونواس سے عرض کی کہ آپ کے لئے شراب اور احباب کی محفل چھوڑ دینا ممکن نہیں ہوگا، یہ مشہور زمانہ کتاب پہلی بار منظوم ہونے کو ہے، لوگ اس ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور بڑی وقت نظر سے اس کا مطالعہ کریں گے، اگر آپ لہو و لعب اور لذت و سرور کے مشاغل کے باوجود اس کا عظیم کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں تو دل و دماغ کی عدم یک سوئی کی بنا پر جودت کلام اور حسن نظم کا اہتمام نہیں کر سکیں گے اور اگر آپ اس کام میں مکمل طور سے منہمک ہو گئے تو آپ کے عیش و تنعم میں خلل واقع ہوگا، اس لئے ضروری ہے کہ پہلے انجام پر اچھی طرح غور کر لیں، ابونواس کے دل پر یہ نصیحت اثر کر گئی اور تھوڑے سے غور و فکر کے بعد اس کام سے دست بردار ہو گیا اور ابان اس کام کو انجام دینے کے لئے اپنے گھر میں گوشہ نشین

وہ نماز پڑھتا تھا اور سختی اس کے آگے رہتی تھی، جب نماز پڑھ کر بھر دیتا اور پھر نماز میں مصروف ہو جاتا، مسلسل چار مہینوں کی تکمیل کو پہنچا تو وہ اسے لے کر یحییٰ بن خالد کے پاس گیا، جس نے یحییٰ بن یحییٰ نے پانچ ہزار دینار عطا کئے جس کا ایک تہائی حصہ

روں کے درمیان عداوت بڑھ گئی اور جب ابان کو شعرا کے اس نے ابونواس کے ساتھ نا انصافی ہی کرنے پر اکٹفا نہیں کیا مٹی تحقیر کی اور اس کے پاس ایک کھوٹا درہم بھیج کر یہ کہلایا کہ قدر نواز ہے، میرے پاس تمہارا کل حصہ یہی ہے، اس سے اس یہ اشعار کہے:

لادر در ابان

تھا، واقعہ یہ ہے کہ ابان میں کوئی اچھائی ہی نہیں ہے۔

امیر بالنہروان

امیر کے رواق کے حاضرین میں تھے۔

اولی أنت لأوان

اس اثنا میں نماز کا وقت آیا۔

فصاحة و بیان

البدیان شخص نے کھڑے ہو کر اذان دی۔

الی انقضاء الأذان

نے تک جو کچھ وہ کہتا رہا ہم اس کو دہراتے رہے۔

بذا بغیر عیان

انیت و رسالت کی گواہی بلا مشاہدہ کیسے دیتے ہو۔

تعاین العینان

سے ملتا جب تک کہ چشم خود مشاہدہ نہ کر لوں۔

فقلت سبحان ربی

فقال سبحان مانی

تو میں نے کہا کہ میرا رب پاک ہے (میں بغیر مشاہدہ کے اس پر ایمان لاتا ہوں) تو اس نے کہا ہے مانی۔ ابان نے اس کے جواب میں ایک ہجو یہ قصیدہ کہا، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

إن یکن هذا النوا

سی بلا ذنب هجانا

اگر ابونواس نے بغیر کسی جرم کے ہماری ہجو کی ہے

هانی الجون ابوه

زاده الله هوانا

تو اس کا باپ بھی کالا نکوتا ہے، خدا اس کی رو سیاہی میں اضافہ کرے۔

اس طرح ان دونوں شاعروں کے درمیان تیز و تند ہجو گوئی ہونے لگی، جس نے بالآخر برا مکہ کو ابان کے خلاف برا بھیختہ کر دیا، ابونواس کی ہجو کا ایک شعر یہ ہے:

انت اولی بقلۃ الحظ منی

یا مسمی بالببل بالصداح

اے وہ جو چیخنے والی بلبل کے نام سے معروف ہے تو مجھ سے زیادہ بد نصیبی اور بے وقعتی کا سزاوار ہے۔

ابان نے ابونواس کو کہلایا بھیجا کہ اگر وہ اس قصیدہ کو مشتہر نہ کرے تو وہ اس کو ہزاروں درہم دے گا، ابونواس نے کہا کہ اگر وہ لاکھوں درہم دے دے تب بھی میں اسے ضرور مشتہر کروں گا، فضل بن یحییٰ نے جب یہ قصیدہ سنا تو کہا کہ ہمیں ابان سے سے کیا مطلب، اس نے پانچ ایسے الزام لگائے ہیں جن میں کسی ایک کو بھی ابونواس سے واقف شخص صحیح باور نہیں کرے گا۔

ابان کا عقیدہ | اوپر گزر چکا ہے کہ چونکہ دواوین شعرا کی تہذیب کی ذمہ داری ابان کو سپرد کی گئی تھی، اس کی بنا پر بہت سے شعرا اس کے مخالف ہو گئے تھے، جن میں سرفہرست ابونواس تھا، جس نے جوش رقابت میں ابان پر زندقہ کا الزام لگایا اور اس کو مانویہ فرقہ سے منسوب کیا اور یہ کہا کہ وہ آوارہ مزاج اور عیاش ہے۔

جا حظ نے ابان کا دفاع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”اس کے اخلاق و عادات اچھے تھے، گودہ شراب پیتا تھا، مگر نشہ میں بے قابو نہ ہوتا تھا، میں اس کو فاسد العقیدہ نہیں سمجھتا، تعجب ہے کہ ابونواس اس کو مجرور، مطیع اور والیدہ کی صف میں شمار کرتا ہے۔“

جا حظ کی اس شہادت کے باوجود ابتدا ہی سے اس کے عقیدہ کے بارے میں اختلاف

ابان کی معاصرانہ چشمک تھی وہ تو اس کو بے دین قرار دیتے
القادر بغدادی نے بھی ان کی ہم نوائی کرتے ہوئے کہا ہے ”وہ
شاعر تھا، مگر مذہب کے سلسلہ میں مطعون تھا“۔ ڈاکٹر شوقی ضیف
یہی یہی خیال ہے، یہ لوگ ابان کو فرقہ مانویہ سے متہم اور اس کے

دوسرا یہ ایجابی پہلو بھی کتابوں میں مذکور ہے کہ اس کے اخلاق و
پابند تھا، ابوزید انصاری کہتے ہیں ”وہ میرا پڑوسی تھا، میں نے اس
سے پایا“۔ مہدی بن سابق کہتے ہیں ”ابان میرا ہم سایہ تھا، اس
راتوں کو نمازیں پڑھتا تھا“۔ صولی کہتے ہیں ”ابان صاحب
حافظ اور فقہ اسلامی کا عالم تھا“۔ ابان خود اپنے بارے میں کہتا
ہے اور اس کی رحمت کا خواستگار ہوں، رات میں کثرت سے

اشعار اس کی ایمانی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں:

تاتعابی مالی وللشعر والقدآن اولی بی

کہ میں شعر کہتے کہتے تھک گیا ہوں، کب تک اسی کو بچے کی خاک

اب قرآن مجید میری توجہ کا زیادہ مستحق ہے۔

لہنا الخالق الکبیر

اے خدائے خالق و کبیر کے سوا کوئی معبود نہیں۔

جاء بحق علیہ نور

میں ہاں سے رسول ہیں جو ایک روشن حقیقت لے کر آئے۔

اس کے قصیدہ کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

لکل ما قامت بہ الشرائع

جامع
یاں شریعت کے تمام احکام کا جامع ہے۔

من ذلك المنزل فی القدآن فضلا علی ما کان ذابیان

اس میں قرآن کی باتیں مع شرح و بیان کے موجود ہیں۔

مگر دوسری طرف اس کے یہاں عقیدہ کو مشکوک بنانے والے اشعار اور تعبیریں بھی
موجود ہیں، مثلاً اس نے اپنے بعض شعروں میں طائر تدرج کا ذکر کیا ہے۔

طائر تدرج مانویہ فرقہ کے یہاں مقدس تھا، زنادقہ اس کی وجہ سے اٹلا اور آزمائش
میں ڈالے جاتے تھے، مامون کے عہد میں جب کوئی مانوی عقیدہ رکھنے والا گرفتار ہوتا تھا تو اس
سے یہ کہا جاتا تھا کہ اپنے عقیدہ سے تائب ہو جاؤ ورنہ قتل کے لئے تیار رہو۔ اگر وہ شخص توبہ کر لیتا
تو اس سے مانی کی تصویر پر تھوکنے اور طائر تدرج کو قتل کرنے کے لئے کہا جاتا تھا۔

اسی طرح اس کے اس شعر:

وخصلة خصت بهانہ خیر ہنی الکفار کفارہا

اس شہر کا امتیاز یہ بھی ہے کہ یہاں کے کفار تمام کافروں سے بھلے ہیں۔

میں فسا شہر کی تعبیر کے اس انداز پر اعتراض کیا گیا ہے، اس کے عقیدے کے معاملے میں اس
سے بھی شبہ اور حیرت ہوتی ہے کہ اس نے مزدک کی کتاب کا منظوم ترجمہ کیا تھا جسے ابن مقفع
نے فارسی سے عربی میں منتقل کیا تھا اور مزدک وہی ہے جس نے مانی کے عقائد و افکار کی تکمیل میں
حصہ لیا اور وہی فلسفہ نور و ظلمت اور اشتراکیت کا داعی بھی تھا۔

شاعری میں ابان کا پایہ | ابان کی شاعری کا زیادہ حصہ تلف ہو گیا ہے مگر جو کچھ محفوظ رہ گیا ہے

اس سے بھی اس کی ادبی عظمت اور بلند پائلی ظاہر ہے، مگر اس کے باوجود اس کی شاعری کو اس درجہ
شہرت، مقبولیت نہیں نصیب ہوئی جس درجہ وہ خود مشہور ہے کیوں کہ اس کا نام ابونواس جیسے مشہور شاعر
کے ساتھ ہی لیا جاتا ہے اور بعض اہل فن کے نزدیک تو وہ ابونواس سے بھی فائق و برتر تھا، ابن المقفع کا
بیان ہے کہ ”ابونواس نے کثرت سے ابان کی جھوکی، لیکن وہ مقبول نہ ہو سکی، ابان نے ابونواس کی
جھو میں صرف تین اشعار کہے، اور وہ بہت مشہور ہوئے“۔

ابونواس بن ہانہ وامہ جلیات

ابونواس ہانی کا بیٹا ہے اور اس کی ماں سبز مونگ ہے۔

الی دقیق المعانی

شیء

معانی کی تہ کو بہت تیزی سے کھینچا جاتے ہیں۔

یا صاحب فاقطع لسانی

لی ذی

حرف بھی زیادہ کیوں تو اسے دست میری زبان کاٹ لینا۔

جو مختلف طبقات قائم کئے ہیں، ابن المعز کے خیال میں ابان لئے جانے کے لائق ہے۔ مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ ابونواس نے انصاف سے قطع نظر جو گوئی میں بھی ابان کا مقابلہ ابونواس سے جن اشعار کی وجہ سے ابونواس پر ابان کو فوقیت دی ہے وہ بعض کے بجائے اس کے بیٹے حمد ان کے اشعار ہیں اور اگر یہ اشعار ان کا ہم رتبہ شاعر نہیں ہو سکتا، علامہ ابن رشیق نے ابان کے کچھ اشعار عباس بن احنف اور مسلم بن ولید وغیرہ کے اشعار کے ہم رائے کا تعلق ابان کے ان اشعار سے جو جواب ہماری دسترس میں نہیں ہے کیوں کہ اچھے اور اعلیٰ درجے کے اشعار عموماً زبان میں ہوتے ہیں۔

ابان اصلاً جو گوئی پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ کچھ مدحیہ قصائد ہیں، ہم پہلے اس کی جو گوئی پر اظہار خیال کرتے ہیں۔

گوئی اور سطحیت سے حتی الامکان احتراز کیا ہے، مگر اس کے میں بڑی رکاکت و ابتذال ہے، جس کے ذکر سے ذوق سلیم کی روش پر چلنا گوارا نہیں کیا، اس لئے اس کی جو میں لطافت و آمیزش ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی روایت کے بیان میں عجیب ضرب و خطاب کرتا ہے، مگر اس میں سوقیت، ابتذال اور کسی قسم کی تہمت کے بارے میں کہتا ہے:

فلو کان ما قد روی عنہما

سماعا ولکنہ من کتاب

اگر یہ محض دو شخصوں سے منکر روایت کی گئی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں تھا، لیکن یہ بات تو کتاب کے حوالے سے بیان کی جا رہی ہے۔

رأی احرفاً شبہت فی الہجاء

سواء اذا عدها فی الحساب

اس نے ہجو کے چند مشابہ اور تعداد میں برابر حرف دیکھے تو

فقال ابی الضیم یکنی اباً

ولیس ابی انما ہی آبی

اب کو کنیت سمجھ کر ابی الضیم کہہ دیا، جب کہ صحیح لفظ ابی نہیں بلکہ آبی ہے۔ (انکار کرنے والا)

کبھی ابان اپنے مخالفوں کے نسب پر طنز کرتا نظر آتا ہے اور کبھی کسی کی حماقت کا مذاق اڑاتا ہے، ان سب کی مثالیں اس کی جو گوئی میں ملتی ہیں جن کو طوالت کے خوف سے قلم انداز کیا جاتا ہے۔

اس کی جو کو مخالف انگیز لیتا تھا کیوں کہ اس کا مقصد نہ کسی کی عظمت پر بیٹہ لگانا ہوتا ہے نہ اس کے عقائد کو مشکوک بنانا، وہ سطحیت سے خاص طور سے اجتناب کرتا ہے، مختصر یہ کہ اس طرح کی جو کا مقصد شخصی عیوب کی طرف اشارہ کرنا اور انسان کے قول و فعل کی اخلاقی کمزوریوں کی اصلاح ہوتا ہے۔

ابان کی شاعرانہ زبان انتہائی سہل اور شگفتگی آمیز مزاج لئے ہوتی ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجو سے محض دل لگی چاہتا ہے، اس کے بعض اشعار اس قدر انوکھے ہوتے ہیں کہ آسانی سے زبان زد خاص و عام ہو جاتے ہیں، وہ الفاظ کے انتخاب میں زیادہ محنت سے کام نہیں لیتا، یہی سبب ہے کہ اس کے کلام میں وہ مشکل تعبیرات، دقیق ترکیبیں اور معنوی ثرولید گیاں نہیں ملتیں، جو ابونواس اور مسلم بن ولید کے کلام میں پائی جاتی ہیں، اس نے بنی ثقیف کے ایک شخص کی ہجو کی، جو اس کی ہجو سلیس کا نمونہ ہے:

لما رأیت البز والشارہ

والفرش قد ضاقت بہ الحارہ

میں نے جب دیکھا لالچی اور حریص لوگوں کی بھیڑ سے گلیاں تنگ پڑ گئیں۔

واللوز والسكر یرمی بہ

من فوق ذی الدار و ذی الدارہ

اور اخروٹ اور شکر ہر دو طرفہ گھروں سے پھینکے جا رہے تھے۔

طبلًا ولا صاحب زماره

لم يتركوا

نے ہمداریوں اور طبلہ و سارنگی بجانے والوں کو بھی بلایا تھا۔

محمد زوج عماره

اعجوبة

نے کہا کہ عمارہ کا شوہر محمد کیوں عجوبہ سمجھا جاتا ہے۔

ولا رآته مدرکاً ثاره

ربعه

وہ سے آراء نہ کرے اور نہ عمارہ محمد کو کبھی انتقام لیتے ہوئے دیکھے۔

ست اور روانی ضرور ہے، جو ابان کے اسلوب کا خاصہ ہے، مگر ان

پیدا ہو گئی ہے جس کی وجہ سے شعریت جاتی رہی اس لئے قاری کی

و لطف اندوز نہیں ہو سکتی۔

ب عام فہم یا کم از کم اس قدر رواں ہوتا ہے کہ مقصود کلام خود بہ خود

اس کے مندرجہ ذیل قصیدہ کو پڑھنے سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ

ور پر خالی ہے، مگر عام فہم ہے، وہ لکھتا ہے:

ه من ایای قد آخری

خزا

س میں آیا کہ وہ بھی اسی کے ہاتھوں رسوا ہوا جس نے مجھ کو رسوا کیا۔

ة جدی جبتی الخزا

شقر

میری بد نصیبی ہے کہ مجھ کو عمدہ لباس پہنایا گیا۔

دع من شفق حرزا

د مو

کی امانت ہے جس نے بڑی حفاظت سے اس کو اپنا حصہ بنایا ہے۔

مع یوما فتبتزا

ما طا

کی لالچی کی نظر نہ پڑ جائے اور وہ اس پر قبضہ کر لے۔

ب بی یحفظنی حفزا

جال

میرے پاس اس کو میرے مددگار بننے کے لئے کرائی

بفضل الحافظ المعزی

دعی

جس کو حافظ المعزی کے فضل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

فقال اکس فتی یمند

حک الود تزد عزا

اس نے کہا کہ اس جوان کو خلعت پہناؤ جس کے سبب وہ محبت کرے گا اور تمہاری عزت بڑھے گی۔

ابان کی جھوگوئی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ بھوکے اصول پر اس کا کلام پورا

اترتا ہے۔

مدح | ابان نے بغداد آ کر فضل بن یحییٰ کی خدمت میں ایک قصیدہ پیش کرنا چاہا اتفاق سے وہ

اس وقت موجود نہیں تھا، اس لئے وہ وہیں رکارہا اور جب فضل آیا تو ابان نے فضل کے ایک ہاشمی

ہم سفر کے واسطے یہ اشعار نذر کئے:

یا عزیز الندی ویا جوهر الجوهر من آل ہاشم بالبطاح

اے بے نظیر سخاوت والے اور اے بطحائے آل ہاشم کے جوہر سے نکلے ہوئے جوہر۔

ان ظنی ولیس یخلف ظنی بک فی حاجتی سبیل النجاح

مجھے یقین ہے اور میرا یقین خطا نہیں کرتا کہ مجھے اپنے مقصد میں کامیابی آپ ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔

ان من دونها لصمت باب انت من دون قفله مفتاحی

میری حاجت کے باب قبول پر قفل پڑا ہے اور آپ ہی اس قفل کی کنجی ہیں۔

تاقت النفس یا خلیل السماح نحو بحر الندی مجاری الریاح

اے سراپا بخشن دوست نفس بخشش کے بحر بے کراں کی جانب مشتاقانہ دیکھ رہا ہے۔

ثم فکرت کیف لی واستخرت اللہ عند المساء والاصباح

پھر میں نے سوچا کہ یہ موقع مجھے کیسے ملے گا اور میں نے صبح و شام اللہ سے استخارہ کیا۔

وامتدحت الأمير أصلحه اللہ ہ شعر مشہر الأوضاح

میں نے امیر کی تعریف کی۔ اللہ ان کا بھلا کرے۔ ایسے اشعار میں جو صبح و شام کی طرح تابناک ہیں۔

چنانچہ اس ہاشمی نے ابان سے کہا کہ اصل ممدوح کی شان میں کہے گئے اشعار کو پیش کرو

تو اس نے کہا:

انا من بغیة الامیر وکنز من کنوز الامیر نو از باح

میں امیر کا مطلوب اور اس کے نفع بخش خزینوں میں سے ایک خزینہ ہوں۔

ناصح زائد علی النصاح

خطیب ادیب

ب، خطیب، ادیب اور تمام ناموں سے بڑھ کر خیر خواہ ہوں۔

شہ ما یكون عند الجناح

صف من الريد

کے پر کی طرح نرم و نازک اور بدیع الخیال شاعر ہوں۔

بل ہے جس کے بعض اشعار زبان زد ہیں، کہا جاتا ہے کہ جب ابونواس

نی تو اس نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے:

المسمى بالبلبل الصياح

الحظ مني

کے سب سے کم ستحق وہ ہے جسے لوگ چیخنے والی بلبل کہتے ہیں۔

غير خلق مدح دحداح

صفاتك شيء

مے اندر بے جا شور شرابا کے علاوہ کوئی عمدہ صفت نہیں ہے۔

وانثناء عن التقى والصلاح

نصف قصير

راہی اور چھوٹی ناک والے اور صلاح و تقویٰ کی راہ سے منحرف۔

مدح میں ابان نے ایک دوسرا قصیدہ بھی کہا ہے جس کا مطلع یہ ہے:

جمال الحي وادلجوا

لی ردوا

مزدہ کر رکھا ہے جنہوں نے قبیلہ کے حسن کو غارت کر دیا ہے اور روسیہ ہوئے۔

سے طویل مدحیہ قصیدہ محفوظ رہ گیا ہے اور غالباً یہ اس کا سب سے عمدہ

نذرات کے ذکر اور تغزل کی لطافت کے ساتھ اصل موضوع کو برقرار

ہے۔ نیز غنا، موسیقی اور لہو و لعب کی جانب میلان کا بھی تذکرہ آگیا

میں ابان کو یہ اولیت حاصل ہے کہ وہ کھنڈرات کے ذکر کے ساتھ غنا کا

لوہر کے خوشوں کا ذکر کر کے اپنے متعدد اشعار میں شراب اور ٹیلوں کا جو

کی جدت طبع کا اندازہ ہوتا ہے، ابونواس کے یہاں بھی یہ انداز ملتا ہے

تکرار کی وجہ سے بے لطفی پیدا ہوئی ہے، اسی رنگ میں ابان کا یہ قصیدہ

ومنزلة وقفت بها

لادنى عهدا حجج

میں کتنی ایسی منزلوں پر رہا جہاں کچھ دنوں پہلے ٹیلوں اور کھنڈرات کے نشان تھے۔

محتها الريح يغشى التدر

ب مغناها وينتسج

انہیں ہواؤں نے مٹا دیا، ہر سمت خاک اڑ رہی ہے اور راستوں کے نشان گرد و غبار سے گم ہو گئے ہیں۔

نعمناليلة الانعا

م حيث العرج ينعرج

وادی کے موڑ پر ہم نے اونٹوں کی پشت پر رات بھر خوش گوار سفر کیا۔

بناعمة كمثل البد

ر شاب دلالها غنج

ایک نوخیز، سراپا ناز و اداسینہ کے ساتھ جو چودہویں چاند کی طرح تھی۔

تفا ديني المعازف عو

دها والصنج والرنج

میری صبح سامان طرب کے ساتھ ہوتی تھی۔

بكفي شادن لم أند

سه في طرفه غنج

جس کا تار نوخیز ہر نی جیسی حسینہ کے ہاتھوں میں ہوتا تھا، اس لئے اس کی آنکھوں کی سحر طرازیوں میں بھلا نہیں سکتا۔

له نغمات قينات

بها الارواح تختلج

وہ اس خوش الحانی سے نغمہ ریز ہوتی تھی کہ روح میں اضطراب برپا ہو جاتا تھا۔

احب من الغناء مليد

ح ما ايقاعه الهزج

وہ اپنے نغمہ سے بھی زیادہ پیاری اور خوبصورت تھی، اس کی ہر حرکت نغمہ موسیقی سے ملو ہوتی تھی۔

اس قصیدہ کو پڑھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ابان نے کسی خاص نہج و اسلوب کی پیروی کی

ہے۔ کیوں کہ اس نے جن صفات کا ذکر کیا ہے وہ قدما کے یہاں معروف تھیں، ابان نے فضل

ابن یحییٰ کی شان میں چند قطعات بھی کہے، ایک شعر ملاحظہ ہو:

بالفضل يحسن كل مقال

وبه تسير غرائب الامثال

فضل کی ہر بات حسن و دل کشی سے معمور ہوتی ہے اور وہ انوکھی ضرب المثل بن جاتی ہے۔

فضل بن یحییٰ ابان کا اصل مدوح تھا، وہ اس کے فضل و کمال پر اتنا فریفتہ تھا کہ اگر

خلیفہ ہارون رشید کی مدح بھی کرتا تو فضل کی گراں قدر خدمات کو سراہے بغیر نہ رہتا، چنانچہ وہ

فقد تمت النعمی وقد ساعد اقدر

یوں کہ مکمل نعمت اور تقدیر نے بھی آپ کی مساعداً کی۔

خلافة هارون الامام وما شعر

سے ہارون کے زمانہ خلافت میں میں مالا مال ہوا مگر اسے کسی کمی کا

احساس تک نہ ہوا۔

و کا اعادہ ہے:

بقاءك يا امير المؤمنين

پنے سایہ نصرت و ظل حمایت میں سدا باقی رکھے۔

ام تقلب فيه ایدی الفاکبينا

انھیں اور لڑنے والے بہت پریشان ہو جائیں

وقد رجعت فی یحیی الظنونا

مجھے قطع نظر اس سے کہ آپ کو یحییٰ سے بدگمانی رہی ہے۔

لقد عمت جميع المسلمين

تو آپ کو ملے گی تو یہ عامۃ المسلمین کی فتح ہوگی۔

ہے کہ فضل بن یحییٰ ہی اس کا اصل ممدوح تھا، یہ بات ضرور

میں اس کا کوئی قصیدہ دستیاب نہیں ہے، جب کہ اسی کی

بہت نصیب ہوئی تھی۔ خلاصہ کلام یہ کہ گو ابان کے مدحیہ

لیکن فضل بن یحییٰ کی مدح میں اس نے جو اشعار کہے ہیں

مثلاً چند اشعار ملاحظہ ہوں:

وتناجی فی المشکل الفداح

مٹتے ہیں اور دل چسپی لیتے ہیں اور ہر کنھن وقت میں مجھ سے

ادانہ مشورے کرتے ہیں۔

ایمن الناس طائراً یوم صید

فی غدو خرجت ام فی رواح

شکار کے روز میں سب سے خوش بخت ہوتا ہوں، صبح کو نکلوں خواہ شام کو۔

ابصر الناس بالجوارح والخید

عمدہ گھوڑوں اور بہترین شکاری پرندوں کا سب سے زیادہ واقف کار ہوں اور حسین دوشیزاؤں

پر نگاہ رکھنے والا ہوں۔

یہ ایک قسم کی ذاتی مدح ہے اور ابو الطیب متنبی کے بعد عربی ادب کی تاریخ میں ابان

سے زیادہ خود پسند شاعر نہیں گذرا۔

مرثیہ گوئی | ابان کے جو مرثیے موجود رہ گئے ہیں ان میں سب سے طویل مرثیہ ۶۶

اشعار پر مشتمل ہے جو قاضی بصرہ سوار بن عبداللہ کی وفات پر کہا گیا ہے، اس قصیدہ کے ابتدائی

اشعار یہ ہیں:

نفر نومی الخبر الساری

اذ صرخ النعی بسوار

جب ناعی نے سوار کی موت کا اعلان کیا تو میری غیندی اڑ گئی۔

هد له رکنی و آض الحشا

کانما سعر بالنار

اس کی موت سے میرے سہارے کا ستون گر گیا اور میرا سینہ آتش غم سے بھڑک اٹھا۔

یا عین فابکیہ ولا تقصری

فلیس هذا حین اقصار

اے آنکھ جی بھر کے رو لے، کیوں کہ یہ رونے میں کمی کا موقع نہیں ہے۔

ابان کے یہاں مرثیے کے تینوں اجزاء مردے کا نوحہ و ماتم، اس کی خوبیوں اور اوصاف

کا بیان اور تعزیت موجود ہے، مگر نوحہ کا انداز زیادہ موثر اور پرزور نہیں ہے کہ کیفیت غم کی صحیح طور

پر عکاسی ہو اور غم و حزن کے جذبات بھڑک اٹھیں، وہ جب میت کے خصائل بیان کرنے پر آتا

ہے تو اس کے کارناموں کو نمایاں کرنا شروع کر دیتا ہے اور تھوڑے ہی توقف کے بعد جب مائل

بہ تعزیت ہوتا ہے تو موت کا ذکر چھیڑ کر وعظ و نصیحت کرنے لگتا ہے۔ لیکن اس کو عیب نہیں سمجھنا

چاہئے۔ کیوں کہ ایسا انداز بیان اسی لئے اختیار کرتا ہے کہ حزن و الم کی شدت تا دیر قائم نہ رہے

اور لوگ جلد اس کیفیت سے نکل آئیں، ہارون رشید کی لڑکی ہیلانہ کا ابان نے جو مرثیہ کہا اس میں

احمد الله على ما قد مضى

سے راضی ہو جو گذرا اس پر خدا کا شکر کیجئے۔

فاسل يعقبك به الله الرضا

آپ اس کا غم بھلا دیں اللہ کی رضا آپ کے شامل حال ہوگی۔

خلف يسليه عما قد مضى

خلفی سے سبکدوش کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

ثوت هيلان في جدث و رمس

جب ہیلان نے قبر کو اپنا مسکن بنالیا۔

عليها وحشة من بعد انس

والمک وحشت کردہ بن گیا ہے۔

جائے تسلی آمیز اسلوب بیان اختیار کرتا ہے، کہتا ہے:

ومات اخوهما عبدالسلام

ان دونوں کا بھائی عبدالسلام بھی چل بسا۔

دراری تضیی دجی الظلام

میں نے جو ظلمت شب میں اجالا کرتے تھے۔

خون العهد يلعب بالانام

بدعہدی میں یکتا ہے اور خلق خدا سے کھلواڑ کرتا ہے۔

فاما السابقات فللحمام

آپ رہتے ہیں اور عمدہ قلم و قلم بن جاتے ہیں۔

و تفکر کی مضامین اور شان حکمت قائم کرنا ابان کے

شاعری کے دیگر موضوعات | ان موضوعات کے علاوہ ابان نے غزل اور نثر کے میدان

میں بھی طبع آزمائی کی ہے، صوفی نے اس کے وہ اشعار نقل کئے ہیں جن میں اس نے ہل بھرہ کی

ترجمانی کرتے ہوئے ہارون رشید کے عمال کی شکایت کی ہے۔ جب عمال بھرہ نے وہاں کی کچھ

ضائع شدہ املاک پر بھی خراج عائد کرنا چاہا تو وہاں لوگوں نے ابان سے درخواست کی کہ وہ یحییٰ

ابن خالد کے پاس کچھ اشعار لکھ بھیجے، چنانچہ ابان نے اس وقت یہ اشعار کہے:

اشهد ان لا اله الا الهنا الخالق الكبير

میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے خدائے خالق و کبیر کے سوا کوئی نہیں۔

محمد عبده رسول جاء بحق عليه نور

محمد ﷺ اس کے بندے اور روشن دین حق لانے والے رسول ہیں۔

وان هارون خير وال في العدل ما ان له نظير

اور ہارون بہترین حکمران ہے، ابھی تک عدل میں اس کا ثانی نہیں۔

خليفة الله قد رضينا ما سار فينا وما يسير

خدا کا خلیفہ ہے، ہمارے تئیں اس کا ہر طرز عمل ہمیں منظور تھا اور رہے گا۔

وانه خير امام وان يحيى له وزير

وہ بہترین امام ہے اور یحییٰ اس کا وزیر ہے۔

ابا على اليك نشكو ظلما عرانا به مغير

اے ابوعلی ہم آپ کے پاس لوٹنے اور برباد کرنے والے کے ظلم کی شکایت لے کر آئے ہیں۔

تزعم اموالنا خراجا وهي كمال تزل عشور

ہمارے مال خراج سمجھے جانے لگے جب کہ ہمیشہ ان پر عشر عائد ہوتا تھا۔

وشرطنا ان كل محبي فہی له ملكها يصير

ہم نے تو یہی ضابطہ دیکھا ہے کہ جو زمین کی کاشت کرے وہ اس کا مالک ہوگا۔

حكم نبی الهدی اتتنا سننه وهو لا يجور

نبی ہادی کا یہی حکم ہم کو ملا ہے اور یہی آپ کی سنت بھی ہے اور آپ سبھی ظلم نہیں کرتے تھے۔

جس رویے کی ابان نے تصویر کشی کی ہے، اس کی حصول عطیات کی ہوس ان کو اس قدر دہمکن گیر ہوتی ہے کہ پروہ کشائی کا انہیں موقع ہی نہیں ملتا، اس لحاظ سے

کے مقابلہ میں نظم کی جانب زیادہ توجہ کی ہے، اس سے جاتی تو وہ کہتا کہ ابونواس نے میری طرح کتابوں کو بخشش مواقع پر کام میں لاتا ہوں، جب وہ کلیلہ و دمنہ کو نہ اشعار نہ کہو گے؟ چنانچہ ابان نے اس رائے کا لحاظ زل میں اسے نظم جیسا کمال حاصل نہیں ہوا، مجموعی ہیں۔

مع اللغة العربية دمشق جلد ۶ جز ۲، اپریل ۲۰۰۲ء)

عجم (مکمل)

شبلی نعمانی

عجمی کی تاریخ، عہد بہ عہد کی ترقیوں، ان کے فنی ہے، قیمت: ۵۰ روپے۔ حصہ دوم: اس میں ان یمن تک کے شعرا کا تذکرہ ہے۔ قیمت: ۳۵ روپے۔ ابوطالب کلیم تک کے شعرا کے حالات و سوانح پر مازم: اس حصہ میں ایران کی آب و ہوا اور تمدن اور برائے، ان کا جائزہ اور ہر دور کے خصوصیات شاعری تقریظ و تنقید ہے، قیمت: ۴۵ روپے۔ حصہ پنجم: عشقیہ، صوفیانہ، اخلاقی اور فلسفیانہ شاعری پر نقد و

پندنامہ عطار احادیث کی تلمیحات

از ڈاکٹر حافظ منیر احمد خاں ☆

محمد فرید الدین عطار ۱۱۶۵ھ میں بہرام نیشاپور پیدا ہوئے، انہوں نے عرب، روم، مصر اور ہندوستان کی سیاحت کی اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں، ایک لاکھ اشعار سے بھی زیادہ ان کے اشعار ہیں۔ ہندوستان میں ایک چھوٹی سی کتاب بنام پندنامہ مشہور ہے جو مدارس میں بھی پڑھائی جاتی ہے، عاجز نے اسی کتاب میں سے یہ تلمیحات تلاش کی ہیں، پہلے اشعار دیے گئے ہیں، ان کے مفہوم کی احادیث مع ترجمہ دی گئی ہیں، مضمون کے آخر میں احادیث کے حوالے درج ہیں مثلاً ۱۔

خواجہ عطار کی وفات ۱۲۲۵ھ میں ایک سو گیارہ سال کی عمر میں منگولوں کے تاخت و تاراج کے وقت ہوئی۔

صفحہ چارم شعر ہے:-

شد و جودش رحمة للعالمین مسجد او شد ہمہ روے زمین
جعلت لی الارض مسجدا و طهورا اینما ادرك رجل من امتی الصلوۃ صلی (۱)
میرے واسطے (ساری) زمین مسجد اور پاک قرار دی گئی ہے، جہاں کہیں میری امت کے کسی

☆ اسٹنٹ پروفیسر سندھ یونیورسٹی جام شورو سندھ، حیدرآباد۔

۱ معارف: مصنف نے اشعار کی تلخیص میں جو احادیث نقل کی ہیں، وہ اعملاً ان کے ترجمے ہیں، بعض جگہ ترجمے محل نظر بھی ہیں، عموماً روایت کرنے والے صحابی کا نام نہیں لکھا ہے لیکن دو ایک جگہ لکھا بھی ہے اور کہیں کہیں متن میں نہ لکھ کر ترجمے میں لکھا ہے، بعض حدیثیں اشعار سے پوری طرح منطبق نہیں ہیں، تاہم ان کی تلاش و محنت قابل ستائش ہے "ض"۔

ہے۔

اے جوان ہشد او از رستگارانِ جہاں
بکم قالوا الذی لا تصرعه الرجال قال ولكنه الذی یصلک

وان شمار کرتے ہو؟ (اصحاب سے) عرض کیا (پہلوان) وہ ہے جسے
(نے) فرمایا نہیں بلکہ (پہلوان) وہ ہے جو غم کے وقت اپنے نفس کو

رام شد از خردمندان نیکو نام شد
سہ (۳)۔

ساتھ جہاد کرے (کہ شرمیز خواہشوں کے پورا کرنے سے باز
سے مار ڈالے)۔

ند او از جمع خلق رو گرداند او
ناس افضل قال مومن مجاہد بنفسه و ماله فی سبیل
من الشعب بتقی اللہ و یدع الناس من شره (۴)۔
ان سب سے اچھا شخص ہے؟ وہ ایمان دار آدمی جو اپنے مال اور
پاؤں کو؟ فرمایا وہ شخص جو پہاڑ کے کسی درے (یعنی گوشہ تنہائی)
سے کوئی دکھ نہ پہنچتا ہو۔

ار را نیست این خلعت یکے دیندار را
لم یجر فاذا جار تخلی عنه ولزمه الشیطان (۵)۔

اللہ تعالیٰ حاکم کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ظلم نہیں کرتا جب ظلم کرتا ہے تو وہ اسے چھوڑ دیتا
ہے اور اس وقت شیطان اس حاکم کے ساتھ ہو جاتا ہے۔
صفحہ ۶ ہی کا ایک اور شعر ہے:-

ہر کہ از غیبت زبانش بست نیست آں چنان کس از عقوبت رستہ نیست
اندرون ما الغیبة قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال ذکر احدکم اخاہ بما یکرہ
فقال رجل ارایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم
یکن فیہ ما تقول فقد بہتہ (۶)۔

کیا تم جانتے ہو غیبت کسے کہتے ہیں؟ (اصحاب نے) کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں،
(رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا (اگر) تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی بابت ایسی بات کہے جو اسے ناپسند ہو (تو)
وہ غیبت ہے (ایک شخص نے عرض کیا جو بات (عیب کی) میں کہوں، اگر وہ میرے بھائی میں موجود ہو تو؟
فرمایا جو کچھ تم نے کہا اگر اس میں موجود ہو تو تم نے غیبت کی اور اگر موجود نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔
صفحہ ۷ کا شعر ہے:-

ہر کرا گفتار بسیارش بود دل درون سینہ بیمارش بود
لا تکثروا الکلام فان کثرة الکلام یغیر ذکر اللہ تعالیٰ قسوة القلب و ان ابعث
الناس من اللہ تعالیٰ القاسی القلب (۷)۔

زیادہ باتیں مت کیا کرو کیوں کہ خدا کی یاد کے سوا زیادہ بات کرنا دل کی سیاہی اور قساوت
ہے اور خدا سے زیادہ دور وہ شخص ہے جو سیاہ اور سخت دل ہو۔
صفحہ ۷ کا شعر ہے:-

آں کہ سعی اندر فصاحت مے کند چہرہ دل را جراحت مے کند
من تعلم صرف الکلام لیسبى بہ قلوب الرجال لم یقبل اللہ منه یوم القیامۃ
صرفاً وعدلاً (۸)۔

جو تقریر کا اس طرح پھیرنا سکھے کہ اس سے لوگوں کے دل پھیر دے، قیامت کے دن اللہ اس
کی کوئی عبادت اختیاری ہو یا لازمی قبول نہیں کرے گا۔

پاک دار خویشین را بعد ازاں مومن شمار
دارد حد بوے رحمت بر دما غش کے رسد
بد الایمان و الحسد (۹)۔

ایمان اور حسد دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

بست زباں تاکہ ایمانت میفتد در زباں
قال قلنا یا رسول اللہ ایکون المومن جبناً قال نعم قلنا ایکون
بأ قال لا۔ (۱۰)

ت ہے کہ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ایمان دار شخص بزدل ہوتا ہے؟
کہا کیا بخیل (بھی) ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں (ہوتا
ہوتا ہے؟ فرمایا نہیں۔

از حرام مرد ایمان دار باش والسلام
طہ لمن استطاع ان لا یدخل بطہ الا طیباً فلیصل (۱۱)۔
کی گندی ہوتی ہے وہ اس کا پیٹ ہے پس جس سے ہو سکے کہ اپنے
م کو چاہئے۔

بق بود کار او پیوستہ با رونق بود
و اعطی للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان (۱۲)۔
یاد دہنی پیدا کرنے میں یا اپنے مال کے خرچ کرنے یا نہ کرنے میں
اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔

اے برادر مگر خورداری تمام فرم و شیریں گوئی با مردم کلام
ہر کہ باشد تلخ گوئے و ترش روے دوستاں ازوے مگر داند روے
ان الرفق ما کان فی شنی الا زانہ و لا نزع من شنی الا شانہ (۱۳)۔
نری جس میں ہو، اسے زینت دیتی ہے اور جس میں نہ ہو اس کی شان گھٹاتی ہے۔
صفحہ ۹ کا شعر ہے:-

ع قرب سلطان آتش سوزاں بود

من سکن البادية جفا ومن اتبع الصيد غفل ومن اتى ابواب السلطان افتن و
ما از داد عبد من السلطان دنوا الا از داد من اللہ تعالیٰ بعداً (۱۴)۔

جس نے جنگل میں سکونت اختیار کی وہ (علم اور عقل سے) خالی رہا، جو شکار کے پیچھے لگا وہ
غافل ہوا اور بادشاہ کے دروازے پر آیا وہ نقتے میں پڑا اور جس قدر کہ آدمی بادشاہ کے نزدیک ہو جاتا
ہے اسی قدر خدا سے دور ہو جاتا ہے۔

صفحہ ۱۲ کا شعر ہے:-

بے تکلف باش و آرائش مجوی ترک راحت گیر و آسائش مجوی

مالی و للدنیا ما انا والدنیا الا کراکب استظل تحت شجرة ثم راح وتركها (۱۵)۔

ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گیا، آپ ﷺ کھجوروں کی
چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور بدن پر چٹائی کے نشان پڑے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ہم آپ
کے لئے ایک بھوننا بنا لیتے ہیں جو چٹائی پر ڈالا جائے تاکہ آپ کے بدن پر نشان نہ پڑیں، آپ نے فرمایا مجھے
دنیا (کی آسائش) سے کیا (غرض) میری اور دنیا کی مثال ایک سواری کی ہے کہ اس نے ایک درخت کے سائے
میں آرام کیا اور اسے چھوڑا (اور چلتا ہوا)۔

صفحہ ۱۷ کا شعر ہے:-

نیت مردی خویش را آراستن قصد جان کرد ہر کہ او آراست تن

نیت برتن بہتر از تقوے لباس در تکلف مرد را نبود اساس

اخذ رسول اللہ ﷺ حریراً فجعلہ فی یمینہ و ذہباً فجعلہ فی شمالہ و قال ان

کا کپڑا اٹھا کر داہنے ہاتھ میں لیا اور سونا بائیں میں اور فرمایا دونوں
ہاتھ حرام ہیں۔

۱۷۔ جو ان دوست دارندت ہمہ خلق جہاں
فعہ اللہ تعالیٰ (۱۷)۔

راوا سٹے تو اضع کرے اور اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند نہ کرے۔

۱۸۔ تا کند حق بر تو نعمت ہا تمام
بہ کتبہ اللہ تعالیٰ شاکرا و صابرا و من لم تکنو فیہ لم
ابرا من نظر فی دینہ الی من ہو فوقہ فاقتدی بہ و نظر
لہ تعالیٰ علیٰ ما فضلہ بہ علیہ (۱۸)۔

یہ دونوں یوں اسے اللہ تعالیٰ شاکروں اور صابروں کی فہرست میں
لکھے گا، جو شخص اپنے دین
پے تو چاہے کہ اس کی پیروی کرے جو دنیاوی آسائشوں میں اس
تو چاہے کہ اس فضیلت کا جو اللہ نے اسے دی ہے شکریہ کرے۔

۱۹۔ کار خود را سر بسر ویراں کند
بادشاہ روز او چوں تیرہ شب گردد تباہ
مع علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق

۲۰۔ کے زیر حکم ہو، پھر جو شخص تمہارے پاس آئے اور یہ چاہے کہ
کی معاہدت میں چھوٹ ڈالے تو اسے قتل کر دو۔

صفحہ ۲۴ کا شعر ہے:-

ذکر آتش چو شد افروختہ بینی ازوے عاسے را سوختہ
احترق بیت بالمدينة علی اہلہ من اللیل فاخبر النبی ﷺ بشانہم فقال ان
ہذہ النار عدولکم فاذا نتم فاطفئوها عنکم (۲۰)۔

ایک رات کو مدینہ میں ایک گھر جس میں کچھ لوگ رہتے تھے، جل گیا، رسول اللہ ﷺ کو ان
کے حال سے خبر ہوئی، آپ نے فرمایا یہ آگ تمہاری دشمن ہے، جب سونے لگو تو اسے بجھا دیا کرو۔
صفحہ ۲۶ کا شعر ہے:-

شکر تا کردن زوال نعمت است بہرہ شاکر کمال نعمت است
من اعطی عطاء فلیجز بہ ان وجد فان لم یجد فلیش بہ فانہ من اتنی بہ فقد
شکرہ ومن کمہ فقد کفرہ (۲۱)۔

من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ تعالیٰ (۲۲)۔
جس شخص کے ساتھ کوئی احسان کیا جائے اسے لازم ہے کہ اگر قدرت رکھتا ہو تو اپنے محسن کا
بدلہ ادا کر دے اگر وہ اس قابل نہیں تو اس کی شاہی کر دے کیوں کہ جس نے اپنے محسن کی شاہی گویا اس
نے اس کا شکریہ ادا کر دیا اور جس نے اس کے احسان کو چھپا رکھا تو اس نے اس کی ناشکری کی۔
جو شخص بندوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا۔
صفحہ ۲۶ کا شعر ہے:-

ہر کہ علی دارد و نبود برآں از طریق عقل باشد بر کران
الا اخبرکم بخیر الناس و شر الناس ان من خیر الناس رجل عمل فی سبیل اللہ
علی ظہر فرسہ اور ظہر بعیرہ او علی قدمہ حتی یاتیہ الموت و ان من شر الناس رجل یقرأ
کتاب اللہ تعالیٰ لا یرعوی بشئ منہ (۲۳)۔

میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ بہت اچھے اور بہت برے لوگ کون ہیں، بہت اچھے لوگوں میں سے وہ
شخص ہے جو اپنے گھوڑے یا اونٹ پر سوار ہو کر یا اپنے پاؤں پر چل کر خدا کی راہ میں کوئی کام کرتا ہے
یہاں تک کہ اس کی موت آجائے اور برے لوگوں میں سے وہ شخص ہے جو خدا کی کتاب پڑھے مگر اس پر

چیز ہے جس کا روکنا جائز نہیں؟ فرمایا تمک، پوچھا اور کیا؟ فرمایا آگ، پھر پوچھا اور بھی کوئی چیز ہے جس کا بند کرنا روا نہیں؟ فرمایا (نیک کام کرنا بند مت کرو کہ) جتنی نیکی کرو گے اسی قدر تمہارے لیے بہتر ہے۔
صفحہ ۲۹ کا شعر ہے:-

فرض حق اول بجا آوردن است والدین از خویش راضی کردن است
رغم انفع رغم انفع رغم انفع قیل من یا رسول اللہ قال من ادرك والديه عند
الکبر او احدهما ثم لم يدخل الجنة (۲۷)۔

رسول اللہ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا کہ اس شخص کی ناک پر خاک پڑے، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کس کی ناک پر؟ فرمایا اس شخص کی جس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو اور وہ (اس کی خدمت کر کے) اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ بنائے۔
صفحہ ۳۰ کا شعر ہے:-

چوں بود غافل وزیر بے خبر ملک شہ ازوے بود زیر و زبر
اذا اراد اللہ تعالیٰ بالامیر خیرا جعل له وزیر صدق ان نسی ذکرہ وان ذکر
اعانہ و اذا اراد اللہ بہ غیر ذلک جعل له وزیر سوء ان نسی لم یذکرہ وان ذکر لم
یعنہ (۲۸)۔

جب خدا کسی امیر کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے راست باز وزیر عطا کرتا ہے کہ اگر بادشاہ بھول جائے تو وہ یاد دلاتا ہے، اگر (نہ بھولے اور) یاد رکھے تو وہ تائید کرتا ہے اور خدا کی مرضی اگر ایسی نہ ہو تو وہ اسے برا وزیر دیتا ہے کہ اگر بادشاہ بھول جائے تو وہ اسے یاد ہی نہیں دلاتا اور اگر وہ یاد رکھے تو وہ تائید نہیں کرتا۔

صفحہ ۳۲ کا شعر ہے:-

اے برادر پردہ مردم بدر تا ندر پردہ ات شخصے دگر
لا یستر عبد عبد فی الدنیا الا سترہ اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ (۲۹)۔
ایسا نہیں ہوگا کہ ایک انسان دوسرے انسان کی پردہ پوشی کرے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی نہ کرے۔

در امان مہر سے باید نبردن بر زبان
ذلک کلہ قلت بلی قال کف علیک هذا و اشار الی
خلعون بما تکلم بہ فقال نکلتک امک یا معاذ و هل
او قال علی مناخرہم الا حصائد السنتہم (۳۳)۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ان سب کے محکم کرنے
کہا ہاں فرمائیے، زبان کی طرف اشارہ کر کے آنحضرت ﷺ
فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اپنی بات چیت کے
معاذ اتیری ماں تجھے روئے لوگوں کو دوزخ میں منہ کے بل یا کہا
ی ذلوا میں گے۔

پیشہ گردد ایمن نبودش اندیشہ
ل اسک علیک لسانک و لسمعک یتک و ابک

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نجات کیا ہے؟ (یعنی کس طرح
ہاں کو بند رکھو) (یعنی بے ہودہ نہ بکو) گھر میں قیام رکھو (یعنی
نی پھر ان کے مرتکب نہ ہو)۔

رامان رو کھوئی کن تو با خلق جہاں
الشی الذی لا یحل منعه قال الملح ثم قال ماذا قال
لا یحل منعه قال ان تفعل الخیر خیر لک (۳۲)۔
میرے باپ نے (رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سی ایسی

ای اے پر نیست در دست غلامی خیر و شر
حاجتہ کلہا حتی یسأل شیع نعلہ اذا انقطع (۳۰)۔
نی ساری حاجتیں اپنے رب سے مانگی چاہیں یہاں تک کہ چپل کا ترم
ہو۔

و باریا کے بود آن خیر مقبول خدا
(۳۱)۔

حکایت بیان فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دکھاوے کے واسطے قرآن
نہ سب سے مشہور ہو، مجاہد مقتول جو بہادری کا طلب گار ہو اور مال دار
ہستیوں سب سے پہلے دوزخ میں جائیں گے۔

بد ہر ہاش دائم پر حذر از خشم و قہر
ل اللہ ﷻ اوصنی ولا تکثر علی لکی لا انسی قال لا

رسول اللہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے مگر اتنی زیادہ نہ ہو کہ میں بھول

ہ حرام از لباس و از شراب و از طعام

کی حتی یدفع مالا باس بہ حذر اصحابہ باس (۳۲)۔

کو نہیں کاٹنا جب تک وہ اس چیز کو نہ چھوڑ دے جس میں کوئی شبہہ
ہو۔

تا اماں ہاشی ز قہر دگر صدقہ سے رہ در نہان و آشکار
صدقہ وہ ہر باہار و ہر نگاہ تا بلا ہا از تو گر داند الہ
ہر کہ او را خیر عادت سے شود بے گماں عمرش زیادہ سے شود
الصدقہ تطفی غضب الرب و تدفع مینہ السوء (۳۳)۔

صدقہ خدا کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور بری (طرح کی) موت کو نال دیتا ہے۔
صفحہ ۳۲ کا قطعہ ہے:-

اے برادر دار مہمان را عزیز تا بیابی عزت از رحمان تو نیز
ہر کہ مہمان را بروئے تازہ دید از خدا الطاف بے اندازہ دید
من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ جائزۃ قالوا وما جائزۃ یا رسول اللہ
قال یومہ و لیلہ و الضیافۃ ثلثۃ ایام وما وراء ذلک فهو صلۃ ولا یحل لہ ان یتیم عندہ و لیس لہ
شئی یقریہ بہ (۳۵)۔

جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ پہلے دن اور رات مہمان کی
خوب خدمت کرے اور ضیافت تین دن تک ہے بعد اس کے خیرات ہے اور مہمان کو جائز نہیں ہے کہ یہاں
تک ٹھہرے کہ میزبان کو گنہ گار کر دے، لوگوں نے پوچھا، گنہ گار کس طرح کر دے؟ فرمایا، وہ ٹھہرا رہے اور
اس کے گھر اسے کھلانے کو کچھ نہ رہے۔

صفحہ ۳۳ کا قطعہ:-

نان بدہ بر جانعان بہر خداے تاد ہندت در بہشت عدن جائے
برسر بالین بیماراں گذر زانکہ ہست ایں سنت خیر البشر

اطعموا الجائع و عودوا المریض و فکروا العانی (۳۶)۔

بھوکے کو کھلایا کرو کھانا، بیمار کی خبر لیا کرو اور قیدی کو چھوڑا یا کرو۔

صفحہ ۳۴ کے اشعار ہیں:-

تا توانی ہیچ کس را بد گوئے پیش مردم عیب کس ہرگز مجوئے
گرہے خواہی کہ گوئندت نکو اے برادر ہیچ کس را بد گوئے

لا فاحش ولا بدی (۳۷)۔

لا اور بد زبان شخص ایمان دار نہیں ہے۔

س مخواب چوں نخواہی یافت از دربان مخواه
ح بها الرجل وجهه فمن شاء ابقى على وجهه ومن
سلطان في امر لا يجد منه بدا (۳۸)۔

اس سے سائل اپنے چہرے کو چھپاتا ہے، پس جو چاہے اپنے
سے نکلا چھوڑے، ہاں اگر بادشاہ سے لا چاری میں سوال کرے تو

را وفا زان نباشد در رخس نور و صفا

یہ بھی ہے کہ "جب عہد کرے تو اسے توڑ دے"۔

ر بلا میدہد آئینہ دل راجلا
مرہ کله نہ خیر و لیس ذلک لاحد الا المومن ان
ان اصابت ضراء صبر فکان خیرا (۳۹)۔

ب ہے کہ اس کا ہر ایک کام اچھا ہے اور یہ بات سوائے ایمان دار
میں حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور شکر کرنا خیر ہے اگر اسے

رجوع گرز پا افتاد از دست جوع
ق کند باز میلی خوردن آب سے کند

لا تشدد ولا تعبد فی صدقتک و ان اعطاه بدرهم فان العائد فی صدقہ

کالعائد فی قبہ (۴۱)۔

(حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک گھوڑا کسی کو خدا کے نام پر دیا، اس نے اسے کم
خدمتی کی وجہ سے خراب کر دیا، میں نے چاہا کہ اس سے خرید لوں اور یہ بھی گمان ہوا کہ وہ سستا بیچ دے گا،
میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں ذکر کیا) آپؐ نے فرمایا نہ خریدنا اور اپنا صدقہ واپس نہ لینا،
خواہ وہ تمہارے پاس ایک درم ہی کو بیچے، کیوں کہ صدقے کا واپس لینے والا ایسا ہی ہے جیسے اپنی نئے کا
چائے والا۔

صفحہ ۵۰ کا شعر ہے:-

اے پسر ہرگز مرو تنہا سفر با شدت رفتن سفر تنہا خطر

لو يعلم الناس من الوحدة ما اعلم ما سار راكب بليل وحده ابدا (۴۲)۔

لوگ اگر تنہائی (کی کیفیت) سے (ایسے) واقف ہوتے جیسے میں ہوں تو (کوئی) سواریاں

کو اکیلا نہ چلتا۔

صفحہ ۵۰ کا شعر ہے:-

دست را بر رخ زدن شوم است شوم استماع علم کن ز اہل علوم

لیس منا من ضرب الخلود و شق الجيوب و دعا بدعوى الجاهلية (۴۳)۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو (مصیبت کے وقت) اپنی گالوں کو پیٹے، گریبان پھاڑے اور

جاہلیت کے زمانے کے بول بولے (نوحہ وادیلہ وغیرہ جو اسلام نے منسوخ کر دیے ہیں)۔

صفحہ ۵۲ کا شعر ہے:-

دیر رو بازار و بیرون آئی زود زانکہ از رفتن را نیابی بچ سود

ان احب البلاد الى الله تعالى المساجد و ابغض البلاد الى الله تعالى

الاسواق (۴۴)۔

خدا کے نزدیک پسندیدہ تر مقام مسجدیں ہیں اور بدتر مقام بازار۔

صفحہ ۵۳ کے اشعار ہیں:-

گرد و قریب او ہی یا ہر زبوں خوش نصیب
اے پر دور ہاش از رند و قلاش اے پر
تشست زان کہ خلق آزار و تند و سرکش مست
سالم و جلس السوء کحامل المسک و نافع الکیر
مک و اما ان تبتاع منه و نافع الکیر اما ان يحرق ثيابک

کی مثال گندھی اور لوہار کی ہے، گندھی تو تمہیں ایک پٹھو اعطر کا نذر
دے گا اور لوہار یا تو تمہارے کپڑے جلانے کا یا تمہیں اس سے خراب ہوا

ب نیز تا ترا پیوست حق دارد عزیز
ی الجنة هكذا و اشار بالسبابة والوسطی و فرج

یہ ایسے قریب ہوں گے جیسے شہادت کی اور درمیانی انگلیاں اور
انگلیوں کا اشارہ کیا۔

عزیز تا عزیز دیگران ہاشی تو نیز
الاقیض اللہ تعالیٰ من یکرّمه عند سنہ (۴۷)۔

ہم اس کی عمر کی وجہ سے کرے، اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مقرر فرما دیتا
ہے۔

کند جسم خود قوت عتارب ے کند
من وصلنی وصلہ اللہ ومن قطعنی قطعہ اللہ (۴۸)۔

رشتہ عرش سے اٹکا ہوا ہے اور کہتا ہے جس نے مجھے جوڑا، اسے اللہ جوڑے گا اور جس
نے مجھے قطع کیا اسے اللہ قطع کرے گا۔

حواشی

- (۱) مسند احمد، ۳۳۰/۶، حدیث ۲۱۶۳۲ بیروت ۱۹۹۳ء، (۲) ابوداؤد، حدیث ۴۷۷۹، ای طبعہ مرقمہ (۳) مسند احمد، ۳۳۰/۷، حدیث ۲۳۳۳۲ بیروت ۱۹۹۳ء، (۴) بخاری، ۱۲۹/۸، دار الفکر (۵) فتح الباری، ۱۳/۱۳۰، دار الفکر (۶) فتح الباری، ۱۰/۲۶۹، دار الفکر (۷) ترمذی، حدیث ۲۳۱۱، مصطفیٰ الجلیسی (۸) مشکوٰۃ، حدیث ۴۸۰۲، المکتب الاسلامی (۹) درمنثور، ۱۷۳/۲، دار الفکر بیروت (۱۰) صحاح ستہ (۱۱) بخاری، ۸۰/۹، دار الفکر (۱۲) فتح الباری، ۱۰/۳۷، دار الفکر (۱۳) مسند احمد، ۸۷/۷، حدیث ۲۳۷۸۶، بیروت ۱۹۹۳ء، (۱۴) ترمذی، حدیث ۲۲۵۶، مصطفیٰ الجلیسی (۱۵) ایضاً، حدیث ۲۳۷۷، مسند احمد، ۱۸۶/۱، حدیث ۹۳۷، بیروت ۱۹۹۳ء، (۱۷) مسند احمد، ۸۹/۲، حدیث ۸۷۸۲، بیروت ۱۹۹۳ء، (۱۸) ترمذی حدیث ۲۵۱۲، مصطفیٰ الجلیسی (۱۹) السنن الکبریٰ، ۱۶۹/۸، تصویر بیروت (۲۰) فتح الباری، ۱۱/۸۵، دار الفکر (۲۱) ترمذی حدیث ۲۰۳۳، مصطفیٰ الجلیسی (۲۲) ترمذی حدیث ۱۹۵۵، مصطفیٰ الجلیسی (۲۳) المعجم الکبیر، ۱۰/۳۸۳، طبعہ العراق (۲۴) ترمذی حدیث ۲۶۱۶، مصطفیٰ الجلیسی (۲۵) ترمذی حدیث ۳۰۶، مصطفیٰ الجلیسی (۲۶) مجمع الزوائد، ۲۳۳/۲، القدسی (۲۷) درمنثور، ۱۷۳/۲، دار الفکر بیروت (۲۸) ابوداؤد، حدیث ۴۹۳۲، ای طبعہ مرقمہ (۲۹) مسند احمد، ۳/۱۲۲، حدیث ۸۹۹۵، بیروت ۱۹۹۳ء، (۳۰) فتح الباری، ۲/۳۰۰، دار الفکر (۳۱) مسلم و ترمذی (۳۲) بخاری، ۸/۳۵، دار الفکر (۳۳) اتحاف السادة المتقين، ۶/۲۲۲، تصویر بیروت (۳۴) مجمع الزوائد، ۹/۱۵۰، ۳/۱۱۰، القدسی (۳۵) بخاری، ۸/۱۳۸، ۳۹/۱۲۵، دار الفکر (۳۶) بخاری، ۳/۸۳، ۷/۸۷، دار الفکر (۳۷) مجمع الزوائد، ۸/۷۲، القدسی (۳۸) ابوداؤد، حدیث ۱۶۳۹، ای طبعہ مرقمہ (۳۹) المسند لابی عوانہ، ۱/۲۰، بیروت (۴۰) اتحاف، ۹/۱۳۰، تصویر بیروت (۴۱) بخاری، ۲/۱۵۷، دار الفکر (۴۲) صحیح ابن خزیمہ، حدیث ۲۵۶۹، المکتب الاسلامی (۴۳) بخاری، ۲/۱۰۳، ۱۰/۱۰۳، دار الفکر (۴۴) صحیح ابن خزیمہ، حدیث ۱۲۹۲، المکتب الاسلامی (۴۵) بخاری، ذہاب، ۷/۶۸، ۸/۱۰، دار الفکر (۴۷) ترمذی، حدیث ۲۰۲۲، مصطفیٰ الجلیسی (۴۸) مسند احمد، ۲/۲۳۰، حدیث ۵۶۹۱، بیروت ۱۹۹۳ء۔

دوبارہ کتب خانہ تشریف لے گئے تھے، حیات شبلی میں اس کا ذکر رہ گیا ہے، کتب خانے سے متعلق مضامین کے انتخاب میں بھی خوش سلیقگی نمایاں ہے، جس کے لیے ڈائریکٹر جناب محمد ضیاء الدین انصاری مبارک باد کے مستحق ہیں، البتہ حرف آغاز میں سرچارلس ایلٹ کے مبارک ہاتھوں اور تاجنوز پر نظر پھرتی ہے۔

شاداب افریقہ (افریقۃ الحضراء): از جناب محمد ناصر العبودی، مترجم: جناب حکیم عزیز الرحمن اعظمی، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و طباعت، مجلد، صفحات ۵۰۵، قیمت ۱۵۰ روپے، پتہ: مکتبہ فردوس، مکارم نگر (برولیا) لکھنؤ۔

مدینہ منورہ کی مشہور درس گاہ جامعہ اسلامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ، دعوت اسلام کے فریضہ کو بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں، آج اکثر ملکوں میں یہ طلبہ سرگرم عمل ہیں، اس کتاب کے فاضل مولف نے جامعہ اسلامیہ کے اہم ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے ان ممالک کا دورہ کیا اور دعوت و تبلیغ کے منہج، ضرورت اور امکانات کا بہ چشم خود جائزہ لیا، ان کی روداد مختلف سفرناموں کی شکل میں شائع ہوتی رہی، زیر نظر کتاب، افریقہ کے بعض ملکوں مثلاً سوڈان، اریتریا، حبش، کینیا، صومال، یوگنڈا، یورنڈی، زمبابوے، موزمبیقا، ملاوی اور کانگو کی روداد سفر ہے، فاضل سیاح کے یہ قول یہ مشاہدات اور تاثرات کی ڈائری ہے، واقعتاً اس میں ذاتی ڈائری کی وہ تمام خوبیاں اور دلچسپیاں ہیں جو دوسروں کو بھی شریک سفر بنادیتی ہیں، اس سفرنامے میں بعض ملک ایسے بھی ہیں جہاں کے مسلمانوں کے حالات سے لوگ زیادہ باخبر نہیں، اب ان کی مذہبی، تعلیمی اور معاشرتی زندگی کی ایسی تصویر سامنے آئی ہے جو زیادہ خوش نما نہیں، جہالت و غربت اور اوہام و خرافات کے سایے اب بھی ان پر چھائے ہوئے ہیں، ان افریقی باشندوں کا استحصال بھی ایشیا کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہے لیکن حرارت اسلامی بہ ہر حال موجود ہے، روانڈا اور زمبابوے جیسے ملکوں میں اردو بول چال اور اردو مدارس کا وجود حیرت و مسرت کا باعث ہے، نظر کی گہرائی اور لہجے کی سچائی نے ان ملکوں کی تہذیب، زبان، رہن سہن وغیرہ کے ذکر میں عجب کشش پیدا کر دی ہے، ترجمہ شگفتہ ہے، فاضل مترجم مشاق اہل قلم ہیں، ان کے کئی ترجمے پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں، یہ ترجمہ بھی طبع زاد معلوم ہوتا ہے، اسے اردو کے سفرناموں میں وقعت کی نظر سے دیکھا جائے گا۔

خدا بخش خاں حیات اور کارنامے: متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و مجلد گرد پوش، صفحات ۵۴۹، قیمت ۲۵۰ روپے، پتہ: خدا بخش پبلک لبریری، پٹنہ ۴۔

درجی کے پیشے میں اثیاز اور کامیابی کے باوجود، مولوی خدا بخش مرحوم کو اس ان کے ذوق کتاب داری نے عطا کی، کتابوں کی تلاش، حصول اور ان کے جمع کے ایسے انھماک کی مثال شاذ ہی ہے، ان کی زندگی میں ان کا ذاتی کتب خانہ جس سے بہ قول علامہ شبلی ”روم و مصر و عرب و ہند کے نام و رکتب خانوں کی صف بل ہو گیا تھا“ یہ نیک نیتی کا ثمرہ ہے کہ ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی اس افادہ، عام اور باری و ساری ہے، زیر نظر کتاب میں مولوی صاحب مرحوم کی مقالات و مضامین یک جا کیے گئے ہیں جو کتب خانہ اور اس کے بانی کے ذکر و واقع، مفید اور پر از معلومات ہیں، خصوصاً حیات خدا بخش میں ایسی کئی تحریریں پایا بایاب ہیں، ان میں خود مولوی صاحب مرحوم کی ۱۸۹۰ء کی ایک تقریر، ان کے تاج الدین خدا بخش اور مولوی حاجی معین الدین ندوی کے مفصل مضامین شامل پر علامہ شبلی کے وہ تاثرات ہیں جو انھوں نے ۱۸۹۰ء میں کتب خانہ کی زیارت میں ٹیوٹ میگزین میں سپرد قلم کیے تھے، یہ تحریر دہ بد بہ سکندری رام پور میں بھی شائع میں اسی حوالے سے اس کو نقل کیا گیا ہے جس میں علامہ شبلی نے مولوی صاحب مرحوم شخص قرار دیا تھا جو ان نام و رتدیم مسلمانوں کا نمونہ ہے جن کی حوصلہ مند یوں نے میں علامہ شبلی کے قلم کو کیف و سرور حاصل ہوتا تھا، اس حصے میں توقیت خدا بخش کی وجہ سے خاص طور پر قابل ذکر ہے جس سے معلوم ہوا کہ علامہ شبلی ۱۹۰۷ء میں

جناب مولانا حفیظ الرحمن اعظمی ندوی، متوسط تقطیع،

صفحات ۱۸۳، قیمت: ۵۰ روپے، پتہ: فرید بک

پنڈی ہاؤس، دریا سنج، دہلی ۲۔

بحث پرانی ہو چکی لیکن حلت و حرمت سے قطع نظر اس کی
نے خود اپنے ہاتھوں خود کشی کے جو سامان مہیا کیے اس میں
نہیں وغیرہ کے تباہ کن اثرات اب کسی سے مخفی نہیں لیکن ہر
نظر نہیں آتی، اس موضوع پر بہت لکھا جاتا رہا ہے لیکن یہ
میں حلت و حرمت کے تمام دلائل، علما خصوصاً ائمہ اربعہ
نے لے کر سے پہلے تمباکو کی حقیقت، تاریخ مختلف ملکوں میں
مذہب میں اس کی حیثیت، عہد اسلامی میں مصروف ترکی و
کے خلاف موجودہ مہم پر محققانہ شان سے بحث کی گئی ہے،
حرام و نجس تو نہیں لیکن مکروہ تحریمی ضرور ہے اور اس بنیاد
اور اس کی آمدنی کو (محبت) حرام قرار دیتے ہیں اور کہتے
ہیں بلکہ تمباکو نوشی علمائے دین کو امامت، خطابت اور افتاء
سے تہذیب ہے، خود مصنف کے نقل کردہ حرمت کے تمام
توازن یہی ہے کہ تمباکو کی غیر معمولی ضرر رسانی اور اس
سے اس سے اجتناب کیا جائے، کتاب کا اصل پیغام یہی
اردو اور فارسی کے قدیم اور کچھ جدید اشعار پیش کر کے
کتاب کی افادیت بہر حال مسلم ہے۔

وق اعظمی، متوسط تقطیع، کاغذ و کتابت و طباعت

روپے، پتہ: اعظمی ہاؤس 7/8، ڈاکٹر اقبال

اشتر۔

ایسے زائر کے قلم سے ہے جس کی وابستگی درس و تدریس

کے مشغلے سے رہی، وہ سیکھنے اور سکھانے کے سفر سے بخوبی واقف ہیں، پاک طینت اور سادگی پسند
طبیعت پائی ہے، اس سفر نامے میں ان کی یہی خوبیاں نمایاں ہیں، جرمن شریچین کے جلال و جمال اور
لفظوں میں نہ آسکنے والی کیفیت و حال کے اظہار کے ساتھ بعض مراحل پر پر جوش حجاج کی بے احتیاطیوں
بلکہ زیادتیوں کو بھی انہوں نے دردمندی سے بیان کر دیا ہے، حج کی مذہبی حیثیت کے علاوہ اس کی
تاریخی اہمیت نے قدم قدم پر ان کے قلب و نظر کی رہنمائی کی، یہ تاثرات دوسرے عازمین حج کے
لیے کارآمد ہو سکتے ہیں۔

WESTERN CIVILIZATION, MALADY AND REMEDY : از جناب

مولانا حبیب ریحان خاں ندوی، متوسط تقطیع، کاغذ و کتابت و طباعت بہتر،

صفحات ۱۸۸، قیمت: ۸۰ روپے، پتہ: دارالتصنیف والترجمہ، ۲۷- رفیقہ

اسکول روڈ، بھوپال۔

چند سال قبل فاضل مصنف کی کتاب، مغربی تہذیب، انحطاط اور علاج، کے نام سے شائع
ہوئی تھی، اسلامی اور مغربی تہذیب کے بنیادی فرق کی علمی وضاحت، کلامی رنگ اور معروضی
اسلوب اور مصطفیٰ سہمی کے انٹرویو اور اس پر مصنف کے مفید حواشی کی وجہ سے اس قابل قدر
کتاب کی بڑی پذیرائی ہوئی اور مختلف حلقوں سے اس کی انگریزی طباعت کا تقاضا ہوا، مسلم
یونیورسٹی کے شعبہ انگریزی کے پروفیسر عبد الرحیم قدوائی کی مساعی نے زیر نظر کتاب کی شکل میں
اس مشکل کو آسان کیا، اردو ایڈیشن کا ذکر ان صفحات میں آچکا ہے، توقع ہے کہ انگریزی داں طبقے
کے لیے یہ زیادہ مفید اور نافع ثابت ہوگی۔

شکوہ جواب شکوہ (REPRESENTATION AND REPLY) از جناب راجہ سلطان

ظہور اختر، متوسط تقطیع، بہترین کاغذ و کتابت و طباعت، مجلد مع خواصورت گروپوش،

صفحات ۱۳۷، قیمت: ۲۰۰ روپے، پتہ: اقبال اکادمی، ۱۱۶- میٹرو روڈ، لاہور۔

علامہ اقبال کی مشہور نظم شکوہ و جواب شکوہ کا یہ انگریزی ترجمہ ان کے محب رفیق راجہ حسن
اختر کے لائق صاحب زادے کے قلم سے ہے، مقصد ظاہر ہے کہ علامہ مرحوم کے کلام و پیام کو عام
کیا جائے، شکوہ کی اہمیت کے پیش نظر پہلے بھی پروفیسر آربری، خوشنوت سنگھ، نواب محمود علی خاں،

دارالصفین کا سلسلہ تذکرہ و سوانح

Rs	Pages		
35/-	514	علامہ شبلی نعمانی	۱۔ الفاروق
20/-	278	علامہ شبلی نعمانی	۲۔ الغزالی (اضافہ شدہ ایڈیشن)
65/-	248	علامہ شبلی نعمانی	۳۔ الامامون (مجلد)
130/-	316	علامہ شبلی نعمانی	۴۔ امیرۃ العمان
32/-	196	مولانا عبدالسلام ندوی	۵۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز
90/-	310	مولانا سید سلیمان ندوی	۶۔ سیرت عائشہؓ (مجلد)
160/-	922	مولانا سید سلیمان ندوی	۷۔ حیات شبلی
زیر طبع	-	مولانا عبدالسلام ندوی	۸۔ امام رازیؒ
10/-	30	سید صباح الدین عبدالرحمن	۹۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی
5/-	40	سید صباح الدین عبدالرحمن	۱۰۔ حضرت ابوالحسن ہجویری
1/-	750	شاہ معین الدین احمد ندوی	۱۱۔ حیات سلیمان
-	150	سید صباح الدین عبدالرحمن	۱۲۔ مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر
65/-	442	مولانا ضیاء الدین اصلاحی	۱۳۔ تذکرۃ المحدثین (اول)
160/-	472	مولانا ضیاء الدین اصلاحی	۱۴۔ تذکرۃ المحدثین (دوم، جدید ایڈیشن)
70/-	432	مولانا ضیاء الدین اصلاحی	۱۵۔ تذکرۃ المحدثین (سوم)
42/-	286	سید صباح الدین عبدالرحمن	۱۶۔ محمد علی کی یاد میں
75/-	452	مولانا سید سلیمان ندوی	۱۷۔ یاد رفتگان
زیر طبع	-	سید صباح الدین عبدالرحمن	۱۸۔ بزم رفتگان (اول)
35/-	296	سید صباح الدین عبدالرحمن	۱۹۔ بزم رفتگان (دوم)
30/-	188	سید صباح الدین عبدالرحمن	۲۰۔ صوفی امیر خسرو
95/-	276	عمیرہ الصدیق دریابادی ندوی	۲۱۔ تذکرۃ الفقہاء
30/-	172	مولانا محمد عارف عمری	۲۲۔ تذکرۃ مفسرین ہند (اول)
10/-	314	مولانا ضیاء الدین اصلاحی	۲۳۔ مولانا ابوالکلام آزاد

طاف حسین نے اس کو انگریزی قالب عطا کیا، الطاف حسین مرحوم کے ترجمے کا نکلنے سے پروفیسر مقبول احمد نے اصل اردو اشعار اور ان کے رومن اسکرپٹ قبل شائع کیا، لیکن زیر نظر ایڈیشن کے فاضل مترجم کی نظر میں اب بھی خوب سے تھی، یہ ترجمہ اسی احساس کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، اردو اشعار اور رومن میں بھی التزام ہے، ڈاکٹر جاوید اقبال کے توصیفی کلمات، مترجم کے دعویٰ کے شاہد است کے اعلیٰ معیار نے کتاب کے حسن کو دو بالا کر دیا ہے۔

مقبول: از جناب ممتاز بخٹی، مترجم: سزاوار حسین خاں، متوسط تقطیع، مذکور طباعت، مجلد، قیمت ۵۰۰ روپے، پتہ: وائش محل،

دپارک پبلشرز۔

ممتاز بخٹی مرحوم، پارو بخٹی کے علاوہ بھتیانہ کی مردم خیز ہستی موفی کے لائق فرزند ہیں۔ سلاطین کے باوجود ان کو شایان شان شہرت نہیں ملی، انہوں نے خلاص طور پر کہیں جن میں بچوں کے ذہن، مزاج اور دلچسپی کی رعایت کے ساتھ ان کی ذہنی رکھا گیا، ان کی مطبوعہ نظموں کا ایک مجموعہ بد قسمتی سے نذر آتش ہو گیا، زیر نظر مطبوعہ بیاض کی نظموں پر مشتمل ہے، یہ قریب تیس نظمیں ہیں، بچے ان کو پڑھ کر کے ادب اطفال میں ان پچھلوں کی مہک، دل کش اور خوش گوار اضافہ ہے، یہ ایک اچھی تحریر کے ساتھ لائق مرتب نے سلیقے سے مجموعہ کو مرتب کر دیا۔

مترجم جناب عبدالرشید ارشد، صفحات ۱۶۰، پتہ: تھنکر زفورم، الریاض، سعودی عرب۔

تحریر ایک غیر معروف نہیں لیکن اس کی بنیاد، اصل مرکوز مقاصد سے عموماً واقفیت کے ساتھ اس تحریر کے ایک گناہ سرگرم رکن (ماسٹر مین) کی کتاب فری میسنز اون اس تحریر کے بعض اسرار تک رسائی ہوتی ہے، فقہانہ یہود کی زہرناکی سے باخبر کتاب کا ترجمہ کیا گیا کہ اصلاحیہ تحریک بھی یہود کے فساد ذہن کا شاخسانہ ہے۔
”ع۔ ص“